نور المصابیح
حصۂ دوّم 2
محدث دکن ابوالحسنات سید عبداللہ شاہؒ

نور المصابیح

حصہ دوّم 2

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین نورالمصابیح حصۂ دوّم 2

		(10/29)بَابُ صِفَةِ الصَّلٰوةِ	
		نماز میں تعدیلِ ارکان کا حکم	1/1184
		نماز میں تعدیلِ ارکان کے حکم پر دوسری حدیث	2/1185
		نماز میں تعدیلِ ارکان کے حکم پر تیسری حدیث	3/1186
		نماز کی صفت یعنے نماز کے ادا کرنے کی پوری کیفیت	4/1187
		نماز کی صفت یعنے نماز کے ادا کرنے کی کیفیت پر دوسری حدیث	5/1188
		نماز میں تکبیرات ادا کرنے کی کیفیت	6/1189
		نماز میں تکبیرات ادا کرنے کی کیفیت پر دوسری حدیث	7/1190
		نماز میں تکبیرات ادا کرنے کی کیفیت پر تیسری حدیث	8/1191
		تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ثبوت	9/1192
		تکبیرِ تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے ثبوت پر دوسری حدیث	12/1195
		پہلے کانوں تک ہاتھ اٹھا کر پھر تکبیر تحریمہ کہنے کا بیان	13/1196
		پہلے کانوں تک ہاتھ اٹھا کر پھر تکبیر تحریمہ کہنے کے بیان پر دوسری حدیث	15/1198
		عورتوں کا حکم	ف
		تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کا ثبوت	16/1199
		تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر دوسری حدیث	17/1200
		تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر تیسری حدیث	18/1201
		تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر چوتھی حدیث	20/1203
		تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر پانچویں حدیث	21/1204
		تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر چھٹی حدیث	22/1205
		تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر ساتویں حدیث	23/1206
		تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر آٹھویں حدیث	24/1207
		تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر نویں حدیث	25/1208
		تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر دسویں حدیث	27/1210
		تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر گیارھویں حدیث	28/1211
		تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر بارھویں حدیث	29/1212

			ف
		نماز میں سہواً کمی ہو یا زیادتی ہر دو صورت میں سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کرنے کا ثبوت	
		نماز میں سہو کمی سے ہو یا زیادتی سے ہر دو صورت میں سجدۂ سہو ادا کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے	20/1589
		نماز میں سہواً قعدۂ اولیٰ کئے بغیر کھڑے ہوجائیں تو کیا کرنا چاہئے؟	21/1590
		نماز میں سہواً قعدۂ اولیٰ کئے بغیر کھڑے ہوجائیں تو کیا کرنا چاہئے؟اس پر دوسری حدیث	22/1591
		نماز میں سہواً قعدۂ اولیٰ کئے بغیر کھڑے ہونے لگیں تو کیا کرنا چاہئے؟	23/1592

تبصرۂ ماھنامہ برھان

نورالمصابیح حصۂ دوم

ڈسمبر 59ءم جمادی الثانی 79ھ جلد(46)شمارہ(6)صفحہ(383)

برہان کے انہیں صفحات میں مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب نقشبندی وقادری وحنفی کی گراں مایہ تالیف زجاجۃ المصابیح کی مختلف جلدوں کا تذکرہ آچکا ہے، جن میں مولانا موصوف نے حدیث کی مشہور اور متداول کتاب مشکوٰۃ المصابیح کے طرز پر اور اسی کے ابواب کی ترتیب کے مطابق ان مستند احادیث نبوی کو یکجا کردیا ہے کہ جن پر فقہ حنفی کی بنیاد قائم ہے اور جن کے مطالعہ سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ کا ہر قول اور ہر رائے کسی حدیث یا کسی صحابی یا کسی تابعی کے قول سے ماخوذ ہے، زیرِ تبصرہ کتاب اسی کتاب کی جلد اول کا ترجمہ ہے، اس حصہ میں ''**کتاب الایمان، کتاب العلم، کتاب الطهارة**'' تین بڑے عنوانات ہیں اور ہر عنوان کے نیچے کثرت سے مختلف ابواب ہیں۔ ترجمہ شگفتہ وسلیس و رواں ہے، جو اردوخواں عربی نہیں جانتے مگر حدیث کا ذوق رکھتے ہیں ان کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ امید کہ باقی جلدوں کا ترجمہ بھی جلد شائع ہوگا۔

مدیر صدق مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کا تبصرہ

نورالمصابیح پر

نورالمصابیح جلد اول، ترجمہ از مولوی حاجی محمد منیر الدین صاحب 311 صفحہ

پتہ: مکتبہ نقشبندیہ (423)1605 حسینی علم بارہ گلی حیدرآباد

یہ نور ''زجاجہ'' کا اردو ترجمہ ہے، زجاجہ کے ذکر میں آچکا ہے کہ حنفیوں کے لئے یہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے لیکن وہ عربی کتاب ظاہر ہے کہ صرف اہل علم کے کام آسکتی ہے اردو خوانوں (دانوں) کے استفادہ کی اس سے کوئی شکل نہ تھی اور آج تعداد اہل علم کی رہ ہی کتنی گئی ہے یہ شکر اور بڑی مسرت کا مقام ہے کہ ''زجاجہ'' کا فیض اس ''نور'' کے ذریعہ سے عام ہوگیا اور مطالب کتاب تک دسترس ہندوستان و پاکستان کی ایک بڑی آبادی کا ہوگیا۔

یہ جلد دیباچہ وغیرہ کے بعد کتاب الایمان سے شروع ہوکر کتاب الطہارت کے باب المستحاضہ پر ختم ہوتی ہے اور اس میں ترجمہ 723 حدیثوں کا آگیا ہے، شروع میں بڑی مفصل فہرست مضامین کئی ورق کی شامل ہے اور علاوہ عنوان باب کے بغلی سرخیاں بھی حدیث و شرح حدیث کی شروع سے آخر تک چلی گئی ہیں، اس سے پڑھنے والوں کو ہر طرح کی سہولت حاصل ہوگئی ہے اور ایک بڑی بات یہ ہے کہ ترجمہ اصل مصنف کی نگرانی میں ہوا ہے، اس سے یقین ہے کہ ہر طرح صحیح و قابل اطمینان ہو، مزید استناد کے لئے یہ کافی ہے کہ ترجمہ پر نظر ثانی ایک اور صاحب نے کی ہے، فاضل مصنف اس نظر ثانی میں بھی شریک رہے ہیں اور شروع میں ایک تعارفی تحریر ان کے قلم سے ہے، بہرحال اس ناقدری اور کسمپرسی کے دور میں ایک بڑی دینی علمی خدمت کا سرانجام پاجانا قدرت الٰہی کے عجائب و نوادر میں سے ہے۔

صدق جدید، مؤرخہ 15 رجب 1379ھ مطابق 15 رجنوری 1960ء نمبر 7 جلد 10

تبصرۂ ماھنامۂ ''تجلی''

نورالمصابیح (جلد اول) حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ کی طرز پر مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب جو''زجاجۃ المصابیح'' کے نام سے شائع فرماتے جارہے ہیں اس پر انہی صفحات میں تبصرہ ہو چکا ہے، نہایت خوشی کی بات ہے کہ ''زجاجۃ المصابیح'' کا اردو ترجمہ بھی چھپنا شروع ہوگیا ہے اور اس کی جلد اول کا حصہ اول برائے تبصرہ ہمارے سامنے ہے، لکھائی چھپائی معیاری، کاغذ اچھا سفید، صفحات (312) قیمت چار روپیہ، ناشر ہیں مکتبہ نقشبندیہ (423)1604 حسینی علم بارہ گلی حیدرآباد دکن 2، مترجم ہیں الحاج مولانا منیر الدین صاحب شیخ الادب جامعہ نظامیہ۔

قارئین کو پچھلا تبصرہ مستحضر نہ ہوگا اس لئے پھر سے تعارف پیش کرتے ہیں کہ یہ کتاب حنفی نقطۂ نظر کی تشریح و ترجمانی میں ترتیب دی گئی ہے، مشکوٰۃ شریف کے جامع چونکہ شافعی تھے اور اس کے باوجود یہ کتاب اپنی گونا گوں خوبیوں کی وجہ سے احناف میں بھی بہت مقبول ہوئی اور ان کے نصاب میں داخل کرلی گئی اس لئے بے حد ضرورت تھی کہ گہری نظر رکھنے والا کوئی عالم اس پر ایسے حواشی کا اضافہ کرتا جس سے طلباء کو یہ معلوم ہوجاتا کہ جن روایات سے بادی النظر میں فقہ حنفی کے بعض مسالک ومسائل کی تردید وتغلیط ہوتی نظر آرہی ہے وہ فی الحقیقت حنفی نقطہ نظر کی مخالف نہیں ہیں۔ الحمدللہ کہ مولانا عبداللہ شاہ صاحب نے اس گرانمایہ خدمت کو انجام دیا، اور ایسا انجام دیا کہ حق ادا کردیا۔''زجاجۃ المصابیح'' میں توضیحی نوٹ متن کے نیچے لائن کھینچ کر بطور حاشیہ دئے گئے تھے لیکن ترجمے میں انہیں متن کے ساتھ مسلسل عبارت کے طور پر لے لیا گیا ہے اور حرف ''ف'' یا بغلی عنوان دے کر ان میں اور متن میں امتیاز پیدا کردیا گیا ہے، اس طرح متن اور حواشی میں ایک خوشگوار ربط وتسلسل بھی پیدا ہوگیا ہے اور وہ الجھن بھی دور ہوگئی جو اردو خوانوں کو متن اور حواشی الگ الگ پڑھنے سے ہوتی ہے، ترجمے کی زبان سلیس وشستہ ہے۔

پیش نظر حصہ اول ''کتاب الایمان'' سے لے کر ''باب المستحاضۃ'' تک گیا ہے فہرست مضامین نہایت مفصل ہے کہ بجائے مجمل عنوانات کے پورے مضمون حدیث کا خلاصہ دے دیا گیا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ ''زجاجۃ المصابیح''، جیسی گراں مایہ کتاب کا اردو میں منتقل ہوجانا عامۃ المسلمین کے لئے بڑی نعمت ہے، جو لوگ عربی نہیں جانتے یا جانتے ہیں تو اردو سے موانست کے باعث عربی علم وادب کے مطالعہ کی فرصت نہیں نکال سکتے انہیں یہ ترجمہ مزہ دے جائے گا اس میں ورق ورق پر وہ قیمتی معلومات جمع کئے گئے ہیں جن کا حصول بہت وسیع مطالعہ کے بعد ہی ہوسکتا تھا۔

ہم پُرزور طریقے پر سفارش کریں گے کہ جو اردو داں حضرات دین سے دلچسپی رکھنے کی وجہ سے ''مشکوٰۃ'' کے اردو

تراجم منگوا کر پڑھتے ہیں وہ ''نورالمصابیح'' کا ضرور مطالعہ فرمائیں، اس سے بہت سی وہ گرہیں کھل جائیں گی جو عدم واقفیت کے باعث مشکوٰۃ کے مطالعہ سے ذہن میں پڑ جاتی ہیں۔

(ماہنامہ تجلّی دیوبند شمارہ نمبر (10) جلد نمبر (11) ماہ دسمبر 1959ء 54)۔

پتہ (دفتر تجلّی دیوبند ضلع سہارنپور، یوپی) (مدیر عامر عثمانی فاضل دیوبند)

پاکستان کا پتہ (جناب شیخ سلیم اللہ صاحب 4بی 20/5 ناظم آباد کراچی (پاکستان)

تبصرۂ اخبار ''مسلمان'' مدراس

نورالمصابیح

اردو میں حنفی مسلک پراحادیث نبوی کا مجموعہ

نورالمصابیح حصہ اول ترجمہ زجاجۃ المصابیح مؤلفہ مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی حنفی

مترجم الحاج مولانا محمد منیر الدین صاحب (مولوی کامل) شیخ الادب جامعہ نظامیہ

کاغذ لکھائی اور چھپائی عمدہ اور دیدہ زیب، صفحات حصہ اول 312 ہدیہ للعہ

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ نقشبندیہ (423)1605 حسینی علم بارہ گلی حیدرآباد دکن

زجاجة المصابیح جس کا ترجمہ زیر تبصرہ ہے، حنفی مسلک پراحادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مستند ذخیرہ ہے، خود مؤلف نے دیباچہ کتاب میں اس کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ جس طرح علامہ خطیب تبریزیؒ نے اپنی مشہور و معروف کتاب مشکوٰة المصابیح میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ کے مسلک اور طریقہ کی حدیثوں کو جمع کیا ہے اسی طرح زجاجة المصابیح میں ان حدیثوں کو جمع کیا گیا ہے جو حنفی مسلک اور طریقے کی ہیں۔

کتب احادیث کا جو ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے ان میں ایک قسم ان مجموعہ احادیث کی ہے جن کو مسانید کہا جاتا ہے ان کتابوں میں احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو برعایت اسناد جمع کیا گیا ہے اور اصل یہی وہ احادیث کے ذخیرے ہیں جنہیں فنی حیثیت حاصل ہے ان کے علاوہ بعض وہ کتابیں ہیں جن میں احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو فقہی ابواب کے ماتحت جمع کیا گیا ہے اگرچہ مؤخر الذکر کتابیں بھی احادیث ہی کے مجموعے ہیں لیکن ابواب کی فقہی ترتیب اس بات کی مقتضی ہے کہ مؤلف کا فقہی مسلک بھی اس ترتیب پراثر انداز ہو، جہاں تک مسلک حنفی کا تعلق ہے تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ ہر زمانہ میں اس مسلک کے پیرو اکثریت میں رہے ہیں اور حکومتوں کی سرپرستی بھی اس مسلک کو حاصل رہی ہے، اس بناء پر علماء حنفی المسلک کو یہ ضرورت محسوس نہ ہوئی کہ فقہی ابواب کے ماتحت احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ترتیب دیں بجائے اس کے جس امر کی شدید ضرورت حنفی علماء کو درپیش ہوئی وہ کتب فقہ کی ترتیب تھی جن میں فقہی مسائل براہ راست پیش کئے جائیں تا کہ عوام ضروری مسائل کو آسانی سے سمجھ لیں اور عدالتوں میں قاضیوں کو یہ سہولت حاصل ہو کہ ان فقہی مسائل کو پیش نظر رکھ کر فیصلے سنائے جائیں اگر علمائے احناف یہ طرز عمل اختیار نہ کرتے تو

ممکن تھا کہ عدالتیں اور مسلم عوام جن کی اکثریت حنفی المسلک تھی ذہنی آوارگی کا نشانہ بن جائے ، اس صورت حال کا مقابلہ علمائے احناف نے فقہی کتابوں کی تدوین سے جس خوبی کے ساتھ کیا وہ قابل صد تحسین ہے، حنفی علماء کا یہ طرز عمل جو اقتضائے زمانہ پر مبنی تھا رفتہ رفتہ بعض اجتماعی نقائص کا سبب بھی بن گیا وہ یہ کہ نہ صرف عوام الناس کی بلکہ علمائے احناف کی نظر بھی صرف فقہی کتابوں پر جم کر رہ گئی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بے اعتنائی برتی جانے لگی، ان حالات میں مسلمانوں کے اندر ذہنی جمود کا طاری ہوجانا ایک لازمی امر تھا لیکن یہ الزام کہ حنفی علماء اہل الرائے ہیں دراصل غلط اور بے بنیاد ہے کیونکہ فقہ حنفی کی بنیاد رائے پر نہیں بلکہ احادیث وقرآن پر ہے، اس باب میں ایک عالم محقق علامہ حضرت محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے گرانقدر ملفوظات ملاحظہ ہوں۔

''ہم نے اپنی عمر کے تیس سال اس مقصد کے لئے صرف کئے کہ فقہ حنفی کے موافق حدیث ہونے کے بارے میں اطمینان حاصل کیا جائے سو الحمد للہ اپنی تیس سالہ محنت اور تحقیق کے بعد اس بارے میں مطمئن ہوں کہ فقہ حنفی حدیث کے مخالف نہیں۔''

اب زمانہ کے مقتضیات بدل چکے ہیں حنفی المسلک عوام کے ذہنوں پر جو فقہی جمود طاری ہوگیا تھا اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ایک گونہ بے اعتنائی پیدا ہوگئی تھی اسے دور کرنے اور علمائے احناف کے اندر زمانے کے نئے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت کو اجاگر کرنے کی اشد ضرورت پیدا ہوگئی ہے، اس سائنٹیفک دور میں صرف اتنا کہہ دینا کہ فقہ حنفی کی بنیاد حدیث وقرآن پر ہے کافی نہیں ہوسکتا بلکہ ہر مسئلہ کے متعلق یہ ثابت کرنے کی ضرورت ہے کہ اس کا ماخذ کونسی آیت قرآنی اور کونسی حدیث اور اس حدیث کا بحیثیتِ روایت ودرایت کیا مرتبہ ہے، اس طرح جب تک فقہی مسائل کے ماخذ واضح نہ کئے جائیں، اس وقت تک یہ کہنا کہ ان کی اصل قرآن وحدیث ہے دعویٰ بے دلیل ہی سمجھا جائے گا، زمانہ کی مقتضیات کو پورا کرنے کی طرف یہ ایک مبارک اقدام ہے جو مؤلف زجاجۃ المصابیح نے کیا ہے علامۂ عصر حضرت انور شاہ کشمیری رحمہٗ اللہ نے اپنے تیس سالہ تجربہ کے بعد فقہ حنفی کے متعلق جن خیالات کا اظہار فرمایا تھا یہ کتاب گویا انہی خیالات کا ایک عملی مظاہرہ ہے۔

بقول مؤلف زجاجۃ المصابیح علامہ خطیب تبریزیؒ کی مشکوٰۃ المصابیح کے طرز پر ترتیب دی گئی ہے تو یہ دونوں کتابیں اپنے اپنے مسلک پر معرکۃ الآراء تالیفات ہیں، لیکن زیر تبصرہ کتاب کی خوبیوں کو نمایاں کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مشکوٰۃ المصابیح کے مقابلہ میں زجاجۃ المصابیح کی اہم خصوصیتوں کی وضاحت کی جائے۔

(1) مشکوٰۃ میں فقہ شافعی کی رعایت رکھی گئی ہے لیکن اس کتاب میں فقہ حنفی کی رعایت ملحوظ ہے اگرچہ ترتیب

ابواب مشکوٰۃ ہی کے انداز پر ہے۔

(2) ہر بڑے عنوان کے بعد متعلقہ قرآنی آیات کو جمع کیا گیا ہے یہ صحیح بخاری کی خصوصیت ہے

(3) مشکوٰۃ میں ہر باب کے متعلق احادیث بہ حیثیت روایت تین فصلوں پر جمع کی گئی ہیں لیکن اس کتاب میں یہ طریقہ اختیار نہیں کیا گیا، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ایسی ترتیب میں مسائل کا بیک نظر تلاش کرنا دشوار ہے، دراصل جو حدیثیں فقہ حنفی کی رعایت سے جمع کی جائیں ان میں اس ترتیب کی ضرورت بھی نہیں، چونکہ فقہ حنفی کی بنا صرف روایت پر نہیں بلکہ روایت، درایت اور تعامل صحابہ تینوں حنفی اصول استدلال میں شامل ہیں اس لئے احادیث کی تقسیم صرف بہ حیثیت رواۃ مفید نتائج پیدا نہیں کرسکتی، فقہ حنفی کی اس خصوصیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے زجاجۃ المصابیح میں جو ترتیب اختیار کی گئی ہے وہ اپنی نوعیت کی بہترین اور مفید ترین ترتیب ہے وہ یہ ہے:۔

اولاً قول مفتیٰ بہ نقل کیا گیا ہے، ثانیاً اس کے موافق حدیث درج کی گئی ہے، ثالثاً اس حدیث کی صحت پر بحث کی گئی ہے اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی تنقید رواۃ بھی مذکور ہے۔ رابعاً ہر مسئلہ کے تحت احادیث کے علاوہ اقوال وآثار صحابہ و تابعین بھی درج کئے گئے ہیں اور یہ وضاحت کی گئی ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول علاوہ حدیث کے کسی نہ کسی صحابی یا تابعی کے قول سے ماخوذ ہے۔

(4) اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ حاشیہ پر فقہ حنفی پر اعتراض کے مدلل جوابات اور حنفی مقاصد کی وضاحت بقدر ضرورت کی گئی ہے۔

کتاب نورالمصابیح جس کا پہلا حصہ ہمارے پیش نظر ہے وہ زجاجۃ المصابیح کا اردو ترجمہ ہے، ترجمہ نہایت صاف شستہ اور عام فہم ہے، اس ترجمہ سے زجاجۃ المصابیح کی افادیت میں بہت وسعت پیدا ہوگئی ہے اور عوام الناس بھی جو، اردو پڑھ سکتے ہیں فقہ حنفی کی حقیقت اور ان سے متعلق اور دیگر ماخذ سے واقفیت حاصل کرسکتے ہیں، نورالمصابیح کا پہلا حصہ کتاب الایمان، کتاب العلم اور کتاب الطہارت پر شامل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(ماخوذ از اخبار مسلمان مدراس جلد (34) یوم دوشنبہ 30/ رجب 78ھ مطابق 9/ فروری 59ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف زجاجۃ المصابیح

کتاب کی اصلی قدر و قیمت تو مطالعہ سے ہی ظاہر ہو سکے گی، تاہم بطور تعارف چند سطور ہدیۂ ناظرین ہیں:۔

واقعہ یہ ہے کہ مولف مدّ ظلہٗ العالی نے مشکوٰۃ شریف کے بنظر غائر مطالعہ کے بعد اس امر کی شدید ضرورت محسوس فرمائی کہ جس طرح مشکوٰۃ شریف مسائل کے لحاظ سے شافعی حضرات کے لئے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہترین مجموعہ ہے، بالکل اسی طرح ان احادیث کو بھی یکجا کیا جائے جن پر فقہ حنفی کی بنیاد ہے، اللہ تعالیٰ ان اہل علم حضرات کی سعی مشکور فرمائے جنہوں نے سابق میں اس موضوع پر قلم اٹھایا اور بہترین انداز سے حنفی احادیث جمع فرمائیں لیکن مشکوٰۃ جیسی جامعیت میسر نہ ہوئی۔

ایسی عظیم الشان کتاب کی تالیف اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا مؤلف موصوف کے حصہ میں رکھی تھی، چنانچہ مولانا ممدوح نے بتائید غیبی جس کا اظہار اپنی کتاب زجاجۃ المصابیح کے دیباچہ میں فرمایا ہے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا، پیش شدہ تالیف کی وجہ سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے والے اس امر سے بخوبی واقف ہو جائیں گے کہ امام صاحبؒ کا قول علاوہ حدیث کے کسی نہ کسی صحابیؓ یا تابعیؒ کے قول سے ماخوذ ہے، اس لئے امام ممدوح پر اعتراض صحابیؓ یا تابعیؒ پر اعتراض کے مماثل ہے اور اس طرح یقیناً دنیا کے بڑے حصہ کے امام کی کوئی بات بلاسند نہیں۔

زجاجۃ المصابیح میں مؤلف ممدوح نے حسب ذیل امور کا التزام رکھا ہے:۔

(۱) صحیح بخاری کے طرز پر ہر بڑے عنوان کے بعد متعلقہ آیات قرآنی کو جمع کیا گیا۔

(۲) چونکہ اس تالیف سے مقصود اصلی مشکوٰۃ کے طرز پر احناف کے لئے حدیثوں کا ایک جامع ذخیرہ مہیا کرنا تھا اس لئے کتاب و باب و عنوان مشکوٰۃ ہی سے لئے گئے، البتہ فاضل مولف مشکوٰۃ علیہ الرحمتہ نے عنوان میں جن مقامات پر فقہ شافعی کی رعایت رکھی ہے، اس کتاب میں بھی ان مقامات پر فقہ حنفی کی رعایت پیش نظر رہی۔

(۳) مشکوٰۃ میں ایک مسئلہ کے متعلق احادیث تین فصلوں میں منتشر تھیں جس سے پڑھنے والے میں ایک تو کیفیت تسلسل کا برقرار رہنا اور دوسرے مسائل کا بیک نظر تلاش کرنا دشوار تھا، اس لئے ہر مسئلہ سے متعلق احادیث بلالحاظ

فصل یکجا کئے گئے۔

(۴) ظاہر ہے کہ فقہ حنفی ایک ناپیدا کنار سمندر ہے، علاّمہ موصوف نے اس بحر ذخار سے انمول موتی چن لئے ہیں، ہر مسئلہ میں کئی کئی قول ہیں اس وجہ سے اولاً قول مفتٰی بہ حاصل کیا گیا، ثانیاً اس کے موافق حدیث تلاش کی گئی، ثالثاً اس حدیث کی چھان بین کر کے رفع اعتراض کا موقع بہم پہنچایا گیا اسی وجہ سے اکثر احادیث کے آخر میں تنقید رواۃ مذکور ہے۔

(۵) فقہ حنفی پر اعتراضات کے مدلل جواب، احادیث کی صحیح تعبیر کے بعد حنفی مقاصد کی وضاحت اور حسبِ ضرورت احادیث سے اور حنفی کتابوں کے حوالہ سے حاشیہ پر مسائل کا اندراج کامل احتیاط سے کیا گیا۔

یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے، اس کتاب کے اور بھی کئی اہم خصوصیات ہیں جو بوقت مطالعہ ہی ظاہر ہوں گے۔ مختصر یہ کہ جس طرح مشکوٰۃ شریف شافعی مذہب والوں کے لئے ایک نعمت ہے، بالکل اسی طرح یہ کتاب حنفی حضرات کے لئے ایک بہترین اور نادر تحفہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضروری التماس

یعنی

دیباچۂ کتاب

مسلمانو! سنو غور سے سنو، اللہ تعالیٰ کے پاس کا قاعدۂ خاص مسلمانوں کے لئے یہ ہے کہ ان کی دنیا دین کے ساتھ ہے، جب مسلمان دین چھوڑ دیتے ہیں تو دنیا بھی ان سے چھوٹ جاتی ہے، جب یہ دین برباد کردیتے ہیں تو ان کی دنیا بھی برباد ہوجاتی ہے، اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ ہم تو دین دار ہیں پھر ہماری دنیا کیوں برباد ہورہی ہے۔

صاحبو! ہماری حالت اس شخص کے جیسی ہے جو ایک پیسہ کما کر اپنے کو مالداروں کی فہرست میں گننے لگتا ہے، سچ فرمایئے ایک پیسہ رکھنے والے کو آپ مالدار کہیں گے یا یہ کہیں گے کہ اس کو جنون ہوگیا ہے، کیونکہ ایک پیسہ رکھنے والے کو کوئی مالدار نہیں کہتا ہے بلکہ جس کے پاس مال معتد بہ مقدار میں ہو تو وہ مالدار ہے اسی طرح ایک دو عمل کر کے اپنے کو دین دار کہنے والا بھی مجنون کہا جانے کے لائق ہے، دین میں جو اعمال مقرر ہیں وہ سب اعمال کرنے کے بعد آپ دیندار کہے جانے کے مستحق ہیں۔

یا یوں سمجھئے کہ حسین اس کو کہتے ہیں جس کی آنکھ، ناک، سب درست ہوں، جیسے کسی کی ناک کاٹ لی گئی ہو، وہ ناک پر ہاتھ رکھ کر کہے کہ میں بھی حسین ہوں، ذرا ناک پر سے ہاتھ ہٹایا جائے تو معلوم ہوگا کہ کیسے حسین ہیں، ایسا ہی ہم اپنے کو دین دار سمجھ رہے ہیں، اگر دین کی حقیقت کھلے کہ دین کس کو کہتے ہیں تو آپ کو بھی ناک کٹے ہوئے حسین کی طرح شرمانا پڑے گا۔

یا یوں سمجھئے کہ آپ کسی دوست سے کہیں کہ ہم کو ایک آدمی کی ضرورت ہے وہ دوست ایک مدّت کے بعد آپ کے پاس ایک آدمی کو چارپائی پر لٹا کر لایا، جتنے بیماریاں ہیں قریب قریب سب اس میں ہیں آنکھ بھی نہیں، کان بھی نہیں،

ہاتھ پیر بھی بے کار ہیں، جنون ہوگیا ہے، البتہ جاندار ہے، اگراس کو کوئی قتل کرے تو قانوناً اس کو قصاص ہوگا، مگر کیا اس آدمی سے آپ کی غرض پوری ہوسکتی ہے، ہرگز نہیں، آپ تعجب سے پوچھیں گے کہ بھائی اس کو کیوں لائے ہو؟ اگر وہ دوست یہ کہے کہ آپ کے واسطے لایا ہوں آپ نے فرمائش کی تھی کہ ایک آدمی لادو، تو آپ ہنسیں گے اور کہیں گے کہ اگرچہ یہ لغتاً وقانوناً آدمی ہے، لیکن جب اس سے میری غرض حاصل نہیں ہوتی ہے تو میرے لئے یہ آدمی نہیں ہے۔

صاحبو! ایسا ہی دین سے کیا غرض ہے، نجات کامل ہونا ہے، یا ایک قومی شعار ہے، مسلمانی سے بالکل بے توجہی ہوگئی ہے، نہ عقائد کی پروا، نہ اعمال کی فکر، نہ حسن معاشرت کا خیال، نہ بداخلاقی پر رنج، کوئی جزء ہمارے دین کا ٹھیک نہیں، ہمارا دین بعینہٖ ویسا ہی ہے جیسے مذکورالصدر آدمی کہ جس کو دوست لایا تھا، ہمارا دین صرف قومی شعار ہے اس سے دین دار کہے جانے کے قابل نہیں ہیں، جب ہم دین دار نہیں تو پھر ہماری دنیا کیسے درست ہوگی؟

صاحبو! اگر آپ دین کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہو تو ''زجاجۃ المصابیح'' کا مطالعہ کرو، پھر اس پر عمل کرکے دین دار کہے جانے کے لائق بنو، تمام ''زجاجۃ المصابیح'' کو پڑھنے کے بعد آپ کا علم الیقین، عین الیقین کو پہنچ جائے گا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک خاتم النبیّین ہیں کہ آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں، انسان کی دنیا اور آخرت درست کرنے کے لئے جس چیز کی ضرورت تھی وہ آپ کامل طور پر بیان فرمادیئے ہیں اور وہ سب ''زجاجۃ المصابیح'' میں آگیا ہے، لیکن انقلاب زمانہ سے عربی عام فہم نہ رہی، ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ اردو میں کیا جائے، اس ضرورت کو پیش نظر رکھ کر مولوی محمد منیرالدین صاحب شیخ الادب جامعہ نظامیہ نے ''زجاجۃ المصابیح'' کا عام فہم اور سلیس ترجمہ کرنا شروع کیا، تمام مسلمانوں کی طرف سے مولوی صاحب موصوف کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو زجاجۃ المصابیح سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع دیا۔

اس ترجمہ کے طبع ہونے سے پہلے مولوی محمد عبدالستّار خاں صاحب ایم۔اے لکچرار عربی جامعہ عثمانیہ نے بڑی کوشش اور محنت سے اپنا عزیز وقت دے کر ترجمہ میں قوسین کی عبارت بڑھا کر اور ''ف'' کے تحت فائدوں کا اضافہ کرکے ترجمہ کے حسن کو دوبالا کردیا، اس سے ''زجاجۃ المصابیح'' کے سمجھنے میں جو دقتیں پیش آرہی تھیں وہ اب باقی نہ رہیں، اس کے لئے تمام مسلمانوں کی طرف سے موصوف کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں صاحبوں کو اس علمی خدمت کا صلہ صدقہ جاریہ بنا کر ہمیشہ ثواب پہنچاتے رہیں اور اس کے بدلہ میں ان سے راضی ہوجائیں اور ثواب عظیم دے کر ان کو اپنے سے راضی کرلیویں۔

ترجمہ کے وقت اور ترجمہ میں قوس اور فوائد کے اضافہ کے وقت میں بھی ان دونوں صاحبوں کے ساتھ شریک رہا،

میں نے اس ترجمہ کا نام ''نورالمصابیح'' رکھا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔ آمین

نورالمصابیح کا حصہ دوّم آپ کے سامنے آرہا ہے جب آپ اس کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہیں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں اور آپ سن رہے ہیں، یا حضرت کوئی کام کررہے ہیں آپ اس کو دیکھ رہے ہیں، خوش تقدیر ہیں وہ حضرات جو اس نعمت کو حاصل کرتے ہیں۔

اب میرا ضروری التماس تمام مسلمانوں سے اور خاص اپنے احباب سے یہ ہے کہ اس نورالمصابیح کو ایک بار پڑھ کر طاق نسیاں میں نہ رکھدیں بلکہ اس کو مثل وظیفہ کی کتابوں کے بار بار پڑھیں، اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

اے اللہ! آپ ہمارے ہیں ہم کو بھی آپ اپنا بنالیں اور توفیق دیں کہ ہم آپ کے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل پر عمل کرتے رہیں۔ آمین

نُورُ الْمصَابِیح

حصہ دوم

ترجمہ

زِجاجۃ الْمصَابِیح

جلداول

بِسم اللّٰہ الّرحمٰنُ الّرحِیُم

(4) کِتَابُ الصَّلٰوۃِ

(یہ کتاب نماز کے بیان میں ہے)

''وَقَوْلُ اللّٰہِ عزَّ وَ جَلَّ: ''وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ'' اوراللہ بزرگ و برتر کا ارشاد ہے (سورۂ بقرہ پ 1 ع 5 میں) نماز کی پابندی کیا کرو۔

''وَقَوْلُہٗ: وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ'' اورارشاد باری تعالیٰ ہے (سورۂ عنکبوت پ 21 ع 5 میں) اور نماز کی پابندی رکھئے کیوں کہ بلاشبہ نماز (اپنی وضع کے اعتبار سے) بے حیائی کے کاموں اور ناشائستہ حرکتوں سے روکتی رہتی ہے۔

''وَقَوْلُہٗ: وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا'' اورارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ طٰہٰ پ 16 ع 8 میں) اور اپنے متعلقین (یعنی اہل خاندان یا مومنین کو) بھی نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے۔

وَقَوْلُہٗ'' اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ'' اورارشاد

باری تعالیٰ ہے (سورہ مائدہ پ 6 ع 9 میں) تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایماندار لوگ ہی ہیں جو نماز کی پابندی رکھتے ہیں۔

وَقَوْلُهُ '' وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ''اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ معارج پ 29 ع 2 میں) اور جو اپنی (فرض) نمازوں کی پابندی کرتے ہیں (بس) یہی لوگ ہیں جو عزت سے بہشت کے باغوں میں ہوں گے۔

وَقَوْلُهُ '' وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ'' اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ بقرہ پ 1 ع 5 میں) اور بے شک نماز دشوار ضرور ہے مگر ان پر (نہیں) جن کے دلوں میں خشوع (یعنی خاکساری) ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اس بات کا یقین ہے کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں اور وہ اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف واپس جانے والے ہیں، جن لوگوں کو خدا کا اور عاقبت کا خیال نہیں ان کو نماز کی پابندی بھی بجائے خود ایک مصیبت معلوم ہوتی ہے۔

وَقَوْلُهُ '' رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ'' اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ ابراہیم پ 13 ع 6 میں) (حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی دعا میں یہ فرمارہے ہیں) اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں نماز (پابندی کے ساتھ) پڑھتا رہوں اور (نہ صرف مجھ کو بلکہ) میری اولاد کو بھی۔ (اس کی توفیق دے۔)

وَقَوْلُهُ ''فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا'' اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ مریم پ 16 ع 4 میں) پھر اُن کے بعد بعض ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنھوں نے نمازیں برباد کیں اور (نفسانی، ناجائز) خواہشات کے پیچھے پڑ گئے (تو ان کی گمراہی ان کے آگے آئے گی اور یہ) عنقریب (آخرت میں) خرابی دیکھیں گے۔

وَقَوْلُهُ ''اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا

کُسَالیٰیُرَ آءُ وْنَ النَّاسَ ‘‘اورارشاد باری تعالیٰ ہے(سورہ نساء پ 5 ع 21 میں) بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ سے چال بازی کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کواس چال کی سزادینے والے ہیں اور یہ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔(کہ ظاہرداری کرکے) صرف لوگوں کو دکھلاتے ہیں۔

نماز مسلمان پر اللہ کا حق ہے

1/822- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے یقین کرلیا کہ نماز (اللہ تعالیٰ کا ہم پر) حق ہے اور فرض ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے اور حاکم نے بھی مستدرک میں اس کی روایت کی ہے۔)

بے نمازی پر شیطان قابو پالیتا ہے

2/823- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن سے شیطان اس وقت تک ڈرتا رہتا ہے جب تک کہ وہ پنج گانہ نمازوں کی پابندی کرتا رہتا ہے اور جب مؤمن نمازوں کو ضائع کرتا ہے تو شیطان اس پر جری ہوجاتا ہے اور اس کو کبیرہ گناہوں میں ڈال دیتا ہے اور اس پر(قابو پانے کی) حرص کرتا ہے۔(اس کی روایت ابونعیم نے کی ہے اور ابوبکر محمد بن الحسین بخاری نے اپنی ’’امالی‘‘ میں اور رافعی نے بھی اس کی روایت کی ہے۔)

نمازی کو اللہ کی رحمت گھیری رہتی ہے

3/824- عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوجاتا ہے تو رکوع میں جانے تک اس کے سر پر رحمت نازل ہوتی رہتی ہے، اور جب رکوع میں چلا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سجدہ میں جانے تک اس کو گھیر لیتی

ہے اور سجدہ کرنے والا اللہ کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے تو اس کو چاہئے کہ (اس وقت دل میں) اللہ سے مانگے اور بہت رغبت سے مانگے (کیوں کہ یہ مقبولیت کا وقت ہے۔) (اس کی روایت سعید بن منصور نے مرسلاً کی ہے۔)

نمازی کیلئے اللہ تعالیٰ اپنے دربار کا دروازہ کھول دیتا ہے

4/825- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز پڑھنے والا یقیناً شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے' اور جو دروازہ کھٹکھٹاتا رہتا ہے توقع ہے کہ بہت جلد اس کیلئے دروازہ کھول دیا جائے۔ (اس کی روایت دیلمی نے کی ہے۔)

وہ اُمور جن کی وجہ سے مسلمان جنت میں جانے کا مستحق ہوجاتا ہے

5/826- ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی پانچوں نمازوں کو ادا کرتے رہو اور اپنے مہینے (رمضان) کے روزے رکھا کرو، اور اپنے اموال کی زکوٰۃ دیا کرو' اور جب تم کو تمہارا امیر کوئی حکم دے (اور وہ حکم خلاف شرع نہ ہو) تو اس کے حکم کی اطاعت کیا کرو تو تم (اس کے صلہ میں) اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔ (اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی۔)

نمازی کی فضیلت اور بے نمازی کی وعید

6/827- عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز کا تذکرہ اس طرح فرمایا کہ جو شخص نماز کی پابندی کیا کرتا ہے تو قیامت کے دن نماز اس کے لئے نورِ ایمان کی زیادتی اور کمال ایمان کی دلیل اور مغفرت کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کی پابندی نہیں کرتا تو اس کے نور ایمان میں نہ تو زیادتی ہوگی اور نہ اس کے کمال ایمان کی کوئی دلیل ہوگی اور نہ اس کی بخشش کا کوئی ذریعہ ہوگا اور بے نمازی قیامت کے

دن قارون ،فرعون ، ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ رہے گا۔(اور عذاب میں مبتلا ہوگا ۔)(اس کی روایت امام احمد اور دارمی نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہے ۔)

نماز سے نمازی کا دل منور ہوتا ہے

7/828- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز سے نمازی کے دل میں نور پیدا ہو جا تا ہے تو تمہارے اختیار میں ہے کہ نماز کی پابندی سے اپنے دل میں نور پیدا کرلیں ۔(اس کی روایت دیلمی نے کی ہے ۔)

نمازی کو دوزخ کی آگ سے نجات ملتی ہے

8/829- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فرشتہ (مقرر) ہے جو ہر نماز کے وقت یہ آواز دیتا ہے کہ اے اولادِ آدم! اٹھو تم نے اپنے اوپر (اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے) جو آگ سلگالی ہے اس کو نماز پڑھ کر بجھا دوں ۔(اس کی روایت ضیاء نے کی ہے اور طبرانی نے بھی کبیر میں اس کی روایت کی ہے ۔)

نمازی نماز میں اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کرتا رہتا ہے اور رحمت اور فرشتے اس کو گھیرے رہتے ہیں

9/830- حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازی کو تین باتیں حاصل ہوتی ہیں، (ایک 1) یہ کہ آسمان سے لے کر اس کے سر تک رحمت الٰہی نازل ہوتی رہتی ہے (دوسرے 2) ملائکہ اس کو اس کے دونوں قدموں سے لے کر آسمان تک گھیرے ہوئے رہتے ہیں اور (تیسرے 3) یہ کہ ندا کرنے والا ندا کرتے رہتا ہے کہ اگر نمازی جان لیتا کہ وہ کس سے راز و نیاز کر رہا ہے تو وہ نماز سے نہ پلٹتا ۔(اس کی روایت محمد بن نصر نے اپنی

کتاب الصلوٰۃ میں مرسلاً کی ہے۔)

قیامت میں سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا' نفل کی فضیلت

10/831- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً پہلی چیز جس کا حساب بندہ سے لیا جائے گا وہ نماز ہے پس اگر نماز درست ہوگی تو بندہ کے جملہ اعمال درست ہوں گے اور اگر نماز درست نہ ہوئی تو دوسرے تمام اعمال بھی درست نہیں ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ دیکھو کہ کیا میرے بندے کے اعمال میں نفل (عبادتیں) ہیں؟ اگر نفل (عبادتیں) ہوں گی تو ان کے ذریعہ سے فرض کی تکمیل کردی جائے گی کیونکہ نفل فرض کی تکمیل کیلئے ہیں اور اصل تو فرائض ہی ہیں (اس لئے معلوم ہونا چاہئے کہ) اللہ تعالیٰ فرائض کے ذریعہ سے (بندوں پر) نعمت کی تکمیل اور اپنی رحمت نازل کرنا چاہتے ہیں۔ (اس کی روایت ابن عسا کرنے کی ہے۔)

گناہوں کو مٹانے والی عبادتیں

11/832- ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (1) نماز پنج گانہ (2) ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ، اور (3) ایک رمضان سے دوسرا رمضان' یہ تینوں چیزیں ان گناہوں کو جو ان کے درمیان ہوئے ہوں مٹانے والے ہیں' بشرطیکہ کبیرہ گناہ صادر نہ ہوئے ہوں۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث اور اس کے بعد والی حدیثوں میں نماز اور دیگر عبادات کی وجہ سے گناہوں کے مٹادیئے جانے کا جو ذکر ہے اِس سے صغیرہ گناہ مراد ہیں نہ کہ کبیرہ' کیوں کہ گناہ کبیرہ کی معافی کیلئے باتفاق اہل سنت والجماعت توبہ ضروری ہے۔ (ماخوذ از مرقات ولمعات۔)

نمازیں گناہوں کو مٹانے والی ہیں

12/833- ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بتلاؤ کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک نہر جاری ہو جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ غسل کیا کرتا ہے، کیا اس کے جسم پر کچھ بھی میل باقی رہے گا؟ سب نے عرض کیا کہ اس کے بدن پر کچھ بھی میل باقی نہ رہے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی مثال نماز پنج گانہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پانچ نمازوں کے ذریعہ سے خطاؤں کو مٹا دیتے ہیں۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز صغیرہ گناہ مٹا دیتی ہے

13/834- ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے کسی اجنبی عورت کا بوسہ لیا اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ'' (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی پابندی کیجئے دن کے دونوں کناروں اور رات کے قریبی ساعتوں میں یقیناً نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں (اس آیت کے الفاظ ''طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ'' سے پانچوں نمازوں کی طرف اس طرح اشارہ ہو رہا ہے کہ ''طَرَفَیِ النَّھَارِ'' دن کے دونوں طرف میں، طرف اول سے نماز فجر اور طرف آخر سے نماز ظہر اور عصر اور ''زُلَفًا مِّنَ الَّیْل'' رات کے قریبی ساعتوں سے نماز مغرب اور عشاء مراد ہے) اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ میرے ہی لئے ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ میری تمام امت کیلئے ہے۔

14/835- اور ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ میری امت میں جو بھی اس آیت پر عمل کر کے برائیوں کے بعد (برائیوں پر نادم ہو کر) نیکیاں کرے اس کیلئے بھی یہی ہے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز صغیرہ گناہ مٹادیتی ہے

15/836- ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک عورت سے مدینہ منورہ کی آخری آبادی میں لپٹ گیا تھا اور اس سے جماع تو نہیں کیا لیکن بوس و کنار وغیرہ کرلیا اور اب میں حاضر ہوں تو حضور مجھ پر جو سزا چاہیں جاری فرمائیں، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہاری پردہ پوشی کی ہے' کاش کہ تم بھی اپنی پردہ پوشی کرلیتے! ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہیں دیا، وہ شخص اٹھا اور جانے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پیچھے ایک آدمی کو روانہ کرکے اس شخص کو بلوائے اور یہ آیت اس کو پڑھ کر سنائے ''وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیۡلِ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡھِبۡنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِکَ ذِکۡرٰی لِلذّٰکِرِیۡنَ'' (دن کے دونوں طرف اور رات کے قریبی ساعتوں میں نماز کی پابندی کیجئے' بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں' یہ نصیحت ماننے والوں کیلئے نصیحت ہے) یہ سن کر مجمع میں سے ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ حکم کیا خاص اسی شخص کیلئے ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ یہ تمام لوگوں کیلئے عام حکم ہے۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز سے صغیرہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں

16/837- انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ایسا گناہ سرزد ہوا ہے جس پر حد جاری ہوتی ہے پس حضور مجھ پر حد جاری فرمائیں، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے اس کے فعل کے متعلق دریافت نہیں فرمایا (کہ تم نے کیا کیا

ہے؟)اس اثناء میں نماز کا وقت آ گیا تو وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز باجماعت ادا کیا' اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو وہی شخص اٹھا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایسا گناہ کیا ہے جس پر حد جاری ہوتی ہے اس لئے آپ مجھ پر کتاب اللہ کا حکم جاری فرمائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز باجماعت ادا نہیں کی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ کو معاف کر دیا ہے، یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہاری حد کو بخش دیا ہے۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں سائل سے جس گناہ کے سرزد ہونے کا ذکر ہے، انہوں نے اس کو اپنے خیال میں گناہ کبیرہ سمجھا اور اسی خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس گناہ کی پاداش میں حد جاری کر دی جائے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی معلوم فرمالیا کہ وہ گناہ ایسا نہیں ہے کہ جس پر حد جاری کی جائے' اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم صادر فرمایا کہ وہ گناہ نماز باجماعت ادا کرنے کی وجہ سے معاف ہو گیا ہے، اس لئے اب حد جاری کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔(یہ لمعات سے ماخوذ ہے۔12)

نماز سے صغیرہ گناہ مٹادیئے جاتے ہیں

17/838- ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سرما کے موسم میں جب پتے (درختوں سے) گر رہے تھے باہر نکلے' آپ نے ایک درخت کی دو شاخوں کو پکڑ لیا' ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شاخ سے پتے گرنے لگے، راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اے ابوذر کہہ کر پکارا، میں نے جواباً لبیک یا رسول اللہ کہا! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بندہ جب نماز اس مقصد سے پڑھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو جائے تو اس کے گناہ اسی طرح گر جاتے ہیں جس طرح پتے اس درخت سے گرتے جا رہے ہیں۔(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

نمازی جب نماز ختم کر لیتا ہے تو وہ صغیرہ گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے

18/839- سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک مسلمان نماز پڑھتا ہے اور اس کے گناہ اِس کے سر پر دھرے رہتے ہیں' پس جس وقت وہ سجدہ کرتا رہتا ہے تو اس کے گناہ گرتے چلے جاتے ہیں اور جب وہ نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اس کی حالت ایسی ہوجاتی ہے کہ اس کے تمام گناہ اس سے گر چکے ہوتے ہیں۔ (اور وہ گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔) (اس کی روایت طبرانی نے کبیر میں کی ہے اور بیہقی نے بھی شعب الایمان میں اس کی روایت کی ہے۔)

وضوء اور نماز کی فضیلت

19/840- حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بندہ جب وضوء کرتا ہے اور (سنتوں کی ادائی کے ساتھ) کامل وضوء کرتا ہے، پھر نماز شروع کرتا ہے اور (سنتوں اور مستحبات کے ساتھ) کامل نماز ادا کرتا ہے تو نماز سے فراغت کے بعد وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے جس طرح انسان اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت گناہوں سے پاک تھا۔ (اس کی روایت ابن عساکر نے کی ہے۔)

بغیر وسوسوں کے نماز پڑھنے کی فضیلت

20/841- زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دو رکعت نماز حضورِ قلب کے ساتھ ادا کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہوں کو بخش دیتے ہیں۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

سنت طریقہ پر نماز پڑھنے کی فضیلت اور خلاف سنت نماز پڑھنے کی وعید

21/842- عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ نمازیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے جس نے ان نمازوں کے وضوء (سنتوں اور مستحبات کے ساتھ) اچھی طرح ادا کیا' اور ان نمازوں کو ان کے مستحب اوقات میں ادا کیا' اور ان نمازوں کے رکوع اور سجود کو خشوع کے ساتھ سنت طریقہ سے ادا کیا تو ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کی مغفرت فرمادے' اور جس نے ایسا نہیں کیا (یعنی نماز ہی نہ پڑھا یا نماز کو اچھی طرح نہ پڑھا) تو ایسے شخص کیلئے اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں ہے اگر چاہے تو اس کی مغفرت فرمادے اور چاہے تو اس کو عذاب دے۔ (اس کی روایت امام احمد اور ابوداؤد نے کی ہے' اور امام مالک اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

افضل اعمال کی تفصیل

22/843- ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اعمال میں کونسا عمل اللہ تعالیٰ کے پاس سب سے زیادہ پسندیدہ ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز اس کے مستحب وقت پر (ادا کرنا افضلِ اعمال ہے) میں نے پھر عرض کیا کہ اس کے بعد کونسا عمل (افضلِ اعمال ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، میں نے پھر عرض کیا کہ اس کے بعد کونسا عمل (افضلِ اعمال ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے راستہ میں جہاد کرنا، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو بیان فرمایا' اگر میں اسی طرح اور سوال کرتا جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح جواب دیتے جاتے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

بے نمازی پر اللہ تعالیٰ غضبناک رہیں گے

23/844- ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جس نے نماز ترک کردی تو وہ اللہ تعالیٰ سے (ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوں گے۔(اس کی روایت طبرانی نے کبیر میں کی ہے۔)

شرک کرنے والے کی،عمداً نماز ترک کرنے والے کی،اورنشہ کرنے والے کی وعید

24/845- ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ میرے خلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اگرچہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے جائیں اور تمہیں جلا دیا جائے اور فرض نماز کو جان بوجھ کر ہرگز ترک مت کرو پس جو شخص عمداً نماز کو ترک کردیتا ہے تو ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ کی وہ ذمہ داری (جو مسلمانوں کے ساتھ ہے اس بے نمازی سے) اٹھ جاتی ہے (اور وہ کفر سے قریب ہوجاتا ہے) اور شراب مت پیؤ کیوں کہ بلاشبہ شراب (اور ہر نشہ لانے والی چیز) برائی کی کنجی ہے۔(اس لئے کہ نشہ میں رہنے والے سے جو برائی نہ ہو وہ کم ہے۔)(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

تارکِ صلوٰۃ کفر سے قریب ہوجاتا ہے

25/846- جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ بندے کو کفر سے ملا دینے والی چیز ترک صلوٰۃ ہے۔(یعنی جب بندہ نماز چھوڑ دیتا ہے تو وہ کفر سے قریب ہوجاتا ہے۔)(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

بے نمازی کا ایمان کمزور ہوجاتا ہے

26/847- جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ ایمان کو کمزور کر کے کفر سے قریب کرنے والی چیز ترک صلوٰۃ ہے۔(یعنی جب بندہ

نماز چھوڑ دیتا ہے تو اس کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے اور وہ کفر کے قریب پہنچ جاتا ہے۔)(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

بے نمازی شرک سے قریب ہو جاتا ہے

27/848- انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ کو مشرک بنانے والی کوئی چیز ترک صلوٰۃ سے بڑھ کر نہیں ہے' بندہ جب نماز چھوڑ دیتا ہے تو وہ مشرک کہلانے کے لائق بن جاتا ہے۔(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

ف: عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ حدیث نمبر (20) اس بات پر دلیل ہے کہ تارک صلوٰۃ اس لئے کافر نہیں قرار دیا جا سکتا کہ وہ منکر صلوٰۃ نہیں۔

اس حدیث میں تارک صلوٰۃ کی وعید پر ارشاد ہے ''اِنْ شَاءَ غَفَرلَهُ وَ اِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ'' (اللہ تعالیٰ چاہیں تو اس کی مغفرت فرمادیں اور چاہیں تو اس کو عذاب دیں)' ان الفاظ سے بخوبی ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہیں تو تارک صلوٰۃ کی مغفرت فرمادیں گے' اگر تارک صلوٰۃ کافر ہوتا تو کسی حال میں بھی اس کی مغفرت نہیں ہو سکتی' اس لئے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ تارک صلوٰۃ کافر نہیں ہوتا بلکہ کفر کے قریب پہنچ جاتا ہے' اسی بناء پر اس باب میں اس مضمون کی جو حدیثیں موجود ہیں اور ان میں ''فَقَدْ كَفَرَ اور فَقَدْ اَشْرَكَ'' کے الفاظ ہیں' ان کا ترجمہ کفر سے قریب پہنچ جانے اور شرک سے قریب پہنچ جانے سے کیا گیا ہے' اور یہی وجہ ہے کہ مذہب حنفی میں تارک صلوٰۃ کو قتل نہیں کیا جاتا بلکہ اس کو زدوکوب کر کے قید میں رکھا جاتا ہے تاکہ وہ توبہ کر کے نماز کا عادی بن جائے۔(اشعۃ اللمعات۔)12

عمداً نماز ترک کرنا کافروں کا فعل ہے

28/849- انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے عمداً نماز چھوڑ دی تو وہ علانیہ کافروں کے جیسے فعل کا مرتکب ہوا۔(اس کی روایت طبرانی نے الاوسط میں کی ہے۔)

نماز ترک کرنے سے چھپا ہوا نفاق ظاہر ہوجاتا ہے

29/850- بُریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ عہد و پیمان جو ہمارے اور منافقوں کے درمیان ہے وہ نماز ہی کی وجہ سے باقی رہتا ہے' تو جس نے نماز ترک کردی اس کا کفر ظاہر ہوگیا اور وہ عہد و پیمان باقی نہ رہا۔ (اس کی روایت امام احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ منافقین نماز کے پڑھنے' جماعت میں حاضر ہونے اور اسلام کے ظاہری احکام کی تابعداری کرنے کی وجہ سے مسلمانوں سے مشابہت رکھتے ہیں' اسی لئے منافقین کو امن دیا جاتا ہے کہ ان کو قتل نہیں کیا جاتا اور ان پر احکامِ اسلام جاری ہوتے ہیں تو جس نے نماز جیسی عمدہ ترین عبادت چھوڑ دی تو اس کا کفر و نفاق ظاہر ہوگیا اور وہ جن رعایتوں کا مستحق تھا اس کا یہ استحقاق باقی نہ رہا۔ 12

تارکِ صلوٰۃ کی نسبت صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال

30/851- عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کسی گناہ کو بجز ترک صلوٰۃ کے کفر سے قریب نہیں سمجھتے تھے۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

اولاد کو نماز کے پابند بنانے کا حکم لڑکوں کو لڑکیوں سے علیحدہ سُلانے کا حکم

31/852- عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی اولاد کو جب وہ سات سال کے ہوجائیں تو نماز کا حکم کیا کرو' اور جب وہ دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو (نماز کی پابندی نہ کرنے پر) انہیں مار کر نماز کے پابند بناؤ' اور ان کے سونے کی جگہ الگ الگ کردو۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں بچوں کے درمیان بستروں کے جُدا کرنے کا جو ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب بچے دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو بھائی بہن کے بستر الگ الگ کردیئے جائیں۔ (اشعۃ اللمعات اور مرقات۔)

(1/20) بَابُ الْمَوَاقِيتِ

(یہ باب اوقات نماز کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ: ''اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا'' (سورہ نساء پ5 ع15 میں) ارشاد باری تعالیٰ ہے یقیناً نماز مسلمانوں پر بقید وقت فرض ہے۔

وَقَوْلُهٗ ''وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ'' اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ ہود پ12 ع10 میں) (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) نماز کی پابندی کیجئے دن کے دونوں کناروں اور رات کی قریبی ساعتوں میں۔

ف: اس آیت کے الفاظ ''طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْل''. سے پانچوں نمازوں کی طرف اس طرح اشارہ ہورہا ہے کہ ''طَرَفَيِ النَّهَارِ'' (دن کے دونوں طرف میں) طرف اول سے نماز فجر اور طرف آخر سے مراد نماز ظہر اور عصر اور ''زُلَفًا مِّنَ الَّيْل'' (رات کی قریبی ساعتوں سے) نماز مغرب اور عشاء مراد ہے۔ (خازن۔)12

وَقَوْلُهٗ: ''اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ

الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا ''اورارشاد باری تعالیٰ ہے:(سورہ بنی اسرائیل پ 15 ع 9 میں)(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک ظہر، عصر، مغرب اور عشاء) کی نمازیں پڑھا کرو، اور صبح کی نماز بھی کیوں کہ صبح کی نماز فرشتوں کے) حاضر ہونے کا وقت ہے۔

وَقَوْلُهُ '' وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰی ''ارشاد باری تعالیٰ ہے(سورہ طٰہٰ پ 16 ع 8 میں) وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیا کیجئے'' قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ '' آفتاب نکلنے سے پہلے (نماز فجر ادا کیا کیجئے)''وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا''اور نیز آفتاب کے ڈوبنے سے پہلے (نماز عصر پڑھا کیجئے) وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ اور نیز رات کے وقتوں میں ''فَسَبِّحْ ''تسبیح کیا کیجئے (یعنی نماز مغرب وعشاء پڑھا کیجئے)'' وَاَطْرَافَ النَّهَارِ''اور دوپہر کے وقت (نماز ظہر ادا کیا کیجئے) ظہر کے وقت کو ''اَطْرَافَ النَّهَارِ''اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ نماز ظہر کا وقت زوال پر موقوف ہے اور وقت زوال کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک طرف تو دن کے نصف اول کی انتہا ہے تو دوسری طرف یہ دن کے نصف آخر کی ابتداء ہے، گویا زوال کا وقت دن کے دونوں طرف کا جامع ہے اور اسی وجہ سے ظہر کے وقت کو'' وَاَطْرَافَ النَّهَارِ'' سے تعبیر دی گئی ہے'' لَعَلَّکَ تَرْضٰی'' تاکہ آپ (اس عبادت کا صلہ پاکر) خوش ہوجائیں۔

وَقَوْلُه:'' فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ'' (سورہ روم پ 21 ع 2 میں)ارشاد باری تعالیٰ ہے(اللہ کی تسبیح کیا کرو، شام کے وقت (یعنی نماز مغرب وعشاء پڑھا کرو)اور صبح کے وقت (یعنی نماز فجر)اور تمام آسمان اور زمین میں اسی کی حمد ہوتی ہے، اور دوسایہ کے بعد یعنی نماز عصر)اور ظہر کے وقت (یعنی نماز ظہر)

ہر نماز کے اول وقت اور آخر وقت کا بیان

1/853- ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ان کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی نے حدیث بیان کی

کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اوقات نماز کے متعلق سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو حکم دیا کہ وہ آپ کے ساتھ نمازوں میں شریک رہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح ادا فرمائی اور اول وقت ادا فرمائی' پھر نماز ظہر ادا فرمائی اور اول وقت ادا فرمائی ! پھر نماز عصر ادا فرمائی اور اول وقت ادا فرمائی' پھر نماز مغرب ادا فرمائی اور اول وقت ادا فرمائی پھر نماز عشاء ادا فرمائی اور اول وقت ادا فرمائی پھر دوسرے دن پانچوں نمازیں ادا فرمائیں اور ہر نماز کو اس کے آخر وقت ادا فرمائی۔ بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں دنوں کی میری نمازوں کو تم نے دیکھا ہے (اور تم کو ان دونوں دنوں کی ہر نماز کا اول وقت اور آخر وقت معلوم ہوگیا) تو ان دونوں دنوں کی ہر نماز کے اول وقت اور آخر وقت کے درمیان کا پورا وقت ہر نماز کا وقت ہے۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

نمازِ ظہر کے اول وقت کا بیان

2/854- ابن جریج رضی اللہ عنہ' سلیمان بن موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز ظہر کا وقت آفتاب کے ڈھلنے سے شروع ہو جاتا ہے ۔(اس کی روایت عبدالرزاق نے مرسلاً کی ہے۔)

نمازِ ظہر کے اول وقت اور آخر وقت کا بیان

3/855- ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ہر نماز کے لئے ایک اول وقت ہے اور ایک آخر وقت اور نمازِ ظہر کا ابتدائی وقت یہ ہے کہ جب آفتاب ڈھل جائے اور نمازِ ظہر کا آخری وقت وہ ہے کہ جب وقت عصر آجائے۔ (اس کی روایت ترمذی اور امام احمد نے کی ہے۔)

نمازِ ظہر کا وقت ایک سایہ کے بعد بھی باقی رہتا ہے اور عصر کا وقت دو سایہ

کے بعد شروع ہوتا ہے

4/856- عبداللہ بن رافع رضی اللہ عنہ جو ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں، ان سے روایت ہے کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وقت نماز کے متعلق دریافت کیا تھا تو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تم کو ظہر اور عصر کے نمازوں کا وقت بتلاتا ہوں، نمازِ ظہر اس وقت پڑھو جب کہ تمہارا سایہ (سایۂ اصلی کو چھوڑ کر) تمہارے ایک مثل ہو جائے اور نمازِ عصر اس وقت ادا کرو جب کہ تمہارا سایہ (سایۂ اصلی کو چھوڑ کر) تمہارے دو مثل ہو جائے۔ (اس کی روایت امام مالک نے اسناد صحیح کے ساتھ کی ہے' اور عبدالرزاق نے بھی اسی طرح مرفوعاً کی ہے اور تمہید میں بھی عبداللہ بن رافع سے ہی مرفوعاً اسی طرح مروی ہے۔)

ف: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے الفاظ ''صَلِّ الظُّهرَ اِذَا کَانَ ظِلُّکَ مِثْلَکَ'' نماز ظہر اس وقت پڑھو جب کہ تمہارا سایہ (سایۂ اصلی کو چھوڑ کر) تمہارے ایک مثل ہو جائے۔ حدیث کے ان الفاظ سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ نماز ظہر کا شروع کرنا اس وقت بھی جائز ہے جبکہ کسی چیز کا سایہ اس کے سایۂ اصلی کو چھوڑ کر اس چیز کے ایک مثل کو پہنچ جائے اور یہ ایک واضح بات ہے کہ جب نماز ایک مثل پر شروع کی جائے گی تو باقی نماز ایک مثل کے بعد ہی ادا ہوگی، اگر ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت باقی نہیں رہتا ہے تو پھر یہ نماز جو ایک مثل کے بعد ادا ہو رہی ہے اس کا شمار ادا میں ہوگا یا قضا میں؟ حدیث شریف سے تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ ایک مثل کے بعد بھی ادا ہونے والی نماز کا شمار ادا میں ہوگا تو اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت باقی رہتا ہے اور یہی حنفی مذہب ہے۔

5/857- بخاری شریف کی ایک روایت میں مرفوعاً مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص سے فرمایا ''اَبْرِدْ حَتّٰی سَاوٰی الظِّلُّ التُّلُوْلَ'' (نماز ظہر کو) ٹھنڈی کر کے پڑھو یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو جائے (اور جب سایہ ٹیلوں کے برابر ہو جاتا ہے تو دو مثل ہو جاتا ہے' اور نماز ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے)۔ بخاری شریف کے ان مذکورہ الفاظ ''اَبْرِدْ حَتّٰی سَاوٰی الظِّلُّ التُّلُوْلَ'' سے دو چیزیں ثابت ہو رہی ہیں (1) ایک تو یہ چیز کہ ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد بھی باقی

رہتا ہے اور یہ لفظ ''اَبْرِدْ'' (نماز ظہر کو) ٹھنڈی کر کے پڑھو سے حاصل ہوا کیوں کہ ٹھنڈک ایک مثل کے بعد ہی شروع ہوتی ہے اور حدیث کے باقی الفاظ ''اَبْرِدْ حَتّٰی سَاوٰی الظِّلُّ التُّلُوْلَ'' (یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو جائے) ان الفاظ سے (2) دوسری یہ چیز ثابت ہو رہی ہے کہ نماز ظہر کا وقت سایہ ٹیلو کے برابر ہونے تک باقی رہتا ہے اور یہ حالت اس وقت ہوتی ہے جب کہ سایہ دو مثل کو پہنچ جائے تو اس سے ثابت ہوا کہ نماز ظہر کا وقت دو مثل پر ختم ہو جاتا ہے اور یہی حنفی مذہب ہے۔

ف: واضح ہو کہ مذکورہ فائدہ (1) میں نماز ظہر کے وقت کے بارے میں جو وضاحت کی گئی ہے وہ ازراہ تحقیق ہے' اس لئے مناسب یہ ہے کہ شیخ الاسلام نے سراج میں جو لکھا ہے اسی پر عمل ہوا اور وہ یہ ہے کہ گو ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد بھی باقی رہتا ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ نماز ظہر کو ایک مثل سے پہلے ختم کر دیں اور نماز عصر اس وقت تک نہ پڑھی جائے جب تک کہ دو مثل نہ ہو جائیں اس سے دونوں نمازیں بالاجماع اپنے اپنے وقت پر ادا ہوں گی یہ ردالمحتار میں مذکور ہے۔

نمازِ عصر کا دو مثل پر پڑھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے

6/858- جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جبکہ ہر چیز کا سایہ (سایۂ اصلی کو چھوڑ کر) دو مثل کو پہنچ گیا تھا۔

(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے ایسی سند کے ساتھ کی ہے جو قابل قبول ہے۔)

نمازِ عصر کا ابتدائی وقت دو مثل سے شروع ہونا اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے

7/859- ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری چھوٹی عمریں تم سے پیشتر کے امتوں کی عمروں کے مقابلہ میں اتنی ہیں جتنا وقت عصر سے لے کر غروب آفتاب تک ہوا کرتا ہے' اور تمہاری اور یہود و

نصاریٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے ساتھ) ایسی ہے کہ ایک شخص نے چند کام کرنے والوں کو کام میں اُجرت پر لگایا اور یہ کہا کہ کون میرا کام صبح سے دو پہر تک ایک ایک قیراط اُجرت پر کرے گا؟ تو یہود صبح سے دو پہر تک ایک ایک قیراط اُجرت پر کام انجام دیتے رہے' پھر اس شخص نے کہا دو پہر سے لے کر نماز عصر تک ایک ایک قیراط اُجرت پر کون میرا کام کرے گا؟ تو نصاریٰ دو پہر سے لے کر نماز عصر تک ایک ایک قیراط کی اُجرت پر کام کرتے رہے، پھر اس شخص نے کہا کہ کون میرا کام نماز عصر سے لے کر آفتاب کے ڈوبنے تک دو دو قیراط کی اُجرت پر انجام دے گا؟ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) خوب سن لو کہ تم ہی وہ لوگ ہو جو نماز عصر سے غروب آفتاب تک عمل کرتے ہیں، پھر سن لو کہ تم ہی دوہرے اَجر کے مستحق ہو' یہود و نصاریٰ اس پر ناراض ہوگئے اور کہنے لگے کہ ہم تو زیادہ عمل کریں اور اُجرت کم پائیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے حق کے ادا کرنے میں تم پر کچھ ظلم کیا ہے؟ یہود و نصاریٰ نے جواب دیا کہ نہیں! پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دوگنا اجر دینا میرا افضل ہے جس کو چاہوں دیدوں ۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے ۔)

ف: اس حدیث سے ہمارے علماء نے ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے قول کی تائید میں استدلال کیا ہے کہ نماز عصر کا ابتدائی وقت اِس وقت ہوتا ہے جب کہ ہر شئے کا سایہ (سایہ اصلی چھوڑ کر) اس شئے کے دو مثل ہوجائے کیوں کہ اگر عصر کا وقت ایک مثل پر قرار دیا جائے تو ایک مثل سے غروب تک زیادہ مدت ہوتی ہے اور دو پہر سے ایک مثل تک تھوڑی مدت حالانکہ اس حدیث میں جو مثال دی گئی ہے اس میں نصاریٰ کی مدت جو دو پہر سے عصر تک ہے اس کو زیادہ بتایا گیا ہے اور عصر سے مغرب تک کی مدت کو جو اس امت کی مدت ہے کم بتایا گیا ہے' اس طرح اس سے ثابت ہوا کہ عصر کا وقت دو مثل کے بعد شروع ہوتا ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ۔12

نمازِ عصر کے آخری وقت کا بیان

8/860- عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز عصر کا وقت اِس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک کہ آفتاب کا رنگ

زرد نہ پڑ جائے اور آفتاب کا پہلا کنارہ ڈوب نہ جائے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

9/861- اور مسلم کی دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ نماز عصر کا وقت اِس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ آفتاب ڈوب نہ جائے۔

جو شخص فجر کی ایک رکعت پانے کے بعد آفتاب طلوع کیا' ایسے ہی عصر کی ایک رکعت پانے کے بعد آفتاب غروب ہوا' ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟ اس کی تحقیق

ف: اس حدیث میں نماز عصر کے آخری وقت کے بارے میں مسلم کی ایک روایت جو عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے یہ ہے (وَقْتُ الْعَصْرِ مَالَمْ تَغْرُبِ الشَّمْسُ) نماز عصر کا وقت غروب آفتاب تک رہتا ہے، (اور غروب ہوتے ہی ختم ہوجاتا ہے) اور نماز فجر کی ابتداء اور انتہا کے بارے میں امام احمد اور ترمذی کی یہ (2) حدیث مروی ہے ''عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمُ اِنَّ اَوَّلَ وَقْتِ الْفَجْرِ حِیْنَ یَطْلُعُ الْفَجْرُ وَ اِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا حِیْنَ تَطْلُعُ الشَّمْس'' نماز فجر کا ابتدائی وقت صبح صادق کے طلوع ہونے سے شروع ہوتا ہے اور نماز فجر کا آخری وقت طلوع آفتاب سے ختم ہوجاتا ہے اور وہ اوقات جن میں نمازوں کا پڑھنا ممنوع ہے' اس بارے میں بخاری و مسلم کی متفقہ ایک حدیث یہ ہے (3) ''عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :اِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوْا الصَّلٰوةَ حَتّٰی تَبْرُزَ وَاِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوْا الصَّلٰوةَ حَتّٰی تَغِیْبَ وَلَاتَحَیَّنُوْا لِصَلَاتِکُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَاغُرُوْبَهَا فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَیْنَ قَرْنَیْ الشَّیْطَانُ '' ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آفتاب کا کنارہ ہونے سے کیا ہے) اور جب آفتاب کا کنارہ ڈوبنے لگے تو نماز عصر کو چھوڑ دو' یہاں تک کہ آفتاب خوب ظاہر ہوجائے (اس کا اندازہ فقہاء نے سورج کے ایک نیزہ برابر طلوع ہونے سے کیا ہے) اور جب آفتاب کا کنارہ ڈوبنے لگے تو نماز عصر کو چھوڑ دو یہاں تک کہ پورا آفتاب ڈوب جائے اور آفتاب طلوع اور غروب کے وقت نماز پڑھنے کا ارادہ نہ کرو کیوں کہ آفتاب شیطان کے دوسینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔

ان تینوں حدیثوں نمبر (1,2,3) کو پیش نظر رکھ کر ذیل کی حدیث کا مطالعہ کیا جائے جس کو بخاری اور مسلم نے بالاتفاق ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ''مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَکَ الصُّبْحَ وَ مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسَ فَقَدْ اَدْرَکَ الْعَصْرَ'' جوطلوع آفتاب سے پہلے نماز صبح کی ایک رکعت کو پائے تو وہ صبح کو پوری نماز پالیا' اور جو غروب آفتاب سے پہلے نماز عصر کی ایک رکعت پالیا تو وہ عصر کی پوری نماز پالیا، اس حدیث سے واضح ہورہا ہے کہ جو طلوع آفتاب سے پہلے فجر کی ایک رکعت اور اسی طرح غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالے اور اس نے باقی نماز طلوع یا غروب کے بعد ادا کرلی تو وہ فجر اور عصر کی پوری پوری نماز پالیا۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً'' والی یہ حدیث اور اسی مضمون کی جو دوسری حدیث مروی ہے ان دونوں حدیثوں کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں مذکور الصدر تینوں حدیثوں سے تعارض کی بناء پر منسوخ ہیں کیوں کہ صدر کی تینوں حدیثیں متواتر ہیں' اور یہ دونوں متعارض حدیثیں اس درجہ کو نہیں پہنچیں، اس لئے یہ دونوں متعارض حدیثیں صدر کی تینوں متواتر حدیثوں سے منسوخ ہیں، ان دونوں متعارض حدیثوں کے منسوخ ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ ان تینوں حدیثوں سے دو چیزیں ثابت ہورہی ہیں۔ (1) ایک یہ کہ طلوع اور غروب کے وقت نماز ناجائز ہے اور (2) دوسرے یہ کہ فجر اور عصر کا وقت طلوع اور غروب تک رہتا ہے اس کے برخلاف ان دونوں متعارض حدیثوں سے معلوم ہورہا ہے کہ طلوع اور غروب کے وقت نماز جائز ہے اور دوسرے یہ کہ فجر اور عصر کا وقت طلوع اور غروب کے وقت باقی رہتا ہے جو صریح تعارض ہے، اس کے علاوہ ان دونوں متعارض حدیثوں کا منسوخ ہونا مسلم کی ایک اور حدیث ''صَلِّ الصَّلٰوۃَ لِوَقْتِهَا'' (ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کیا کرو) سے بھی ثابت ہوتا ہے کیوں کہ ان دونوں متعارض حدیثوں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ نماز اپنے وقت سے متجاوز ہوکر ادا ہورہی ہے اور یہ مسلم کی اس روایت کے صریحاً خلاف ہے۔

علاوہ ازیں کتاب اللہ کی آیت ''اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا'' (یقیناً نماز مسلمانوں پر بقید وقت فرض ہے) یہ آیت بھی ان دونوں متعارض حدیثوں کے منسوخ ہونے پر قوی حجت ہے کیونکہ ان دونوں متعارض حدیثوں سے غیر وقت میں نماز ادا کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے اس کے برخلاف آیت مذکورہ سے صرف یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ نماز کو اس کے وقت پر ہی ادا کیا جائے۔

واضح ہو کہ صدر کی تینوں حدیثیں جو عبداللہ بن عمرو بن العاص' ابوہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں' ان

تینوں حدیثوں سے ''مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً'' والی دونوں حدیثیں متعارض ہورہی تھیں، اس تعارض کو علامہ عینی رحمۃ اللہ نے اس طرح دور فرمایا کہ ''مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً'' والی دونوں حدیثیں منسوخ ہیں، اس کی تفصیلی بحث ابھی سطور بالا میں آپ کی نظر سے گذر چکی ہے، اب ذیل میں امام طحاوی رحمۃ اللہ نے اس تعارض کو جس طرح دور فرمایا ہے اس کو سنئے :۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ''مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً'' والی دونوں حدیثیں اُن لوگوں کے بارے میں نہیں ہیں جنہوں نے فجر کی یا عصر کی نماز دیر کر کے ادا کی ہو یہاں تک کہ ایک رکعت کے ادا کرنے کے بعد طلوع یا غروب ہوگیا اور انہوں نے باقی نماز طلوع یا غروب کے بعد ادا کی ہو بلکہ یہ دونوں حدیثیں واجب العمل ہیں اور منسوخ نہیں ہیں اور ان دونوں حدیثوں کا حکم اس قسم کے لوگوں سے متعلق ہے جیسے نابالغ لڑکے جو آفتاب کے طلوع یا غروب سے پہلے ایسے وقت میں بالغ ہوں کہ ان کو طلوع یا غروب سے پہلے صرف اتنا وقت مل گیا جس میں ایک رکعت ادا کی جاسکتی ہے تو ایسے وقت میں بالغ ہونے والے لڑکے پر اس وقت کی نماز واجب ہوجائے گی اور اس نماز کی قضاء اس پر لازم ہوگی ،نماز کے واجب ہوجانے کا سبب نماز کے وقت کا مل جانا ہے اگر چہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو اور یہاں بالغ ہونے والے لڑکے کو تھوڑا وقت مل گیا ہے اس لئے اس پر نماز واجب ہوگئی ایسا ہی ''مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً'' والی دونوں حدیثیں اُن حیض والی عورتوں کے بارے میں ہیں جو طلوع یا غروب سے پہلے پاک ہوجائیں اور ان کو طلوع یا غروب سے پہلے اتنا وقت مل گیا جس میں ایک رکعت ادا کی جاسکتی ہے تو ان پر بھی اس وقت کی نماز واجب ہوجائے گی اور وہ اس نماز کی قضاء کریں گی ۔اور بالکل اسی طرح ''مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً'' والی دونوں حدیثیں اُن نومسلموں سے بھی متعلق ہیں جو طلوع یا غروب سے پہلے اسلام قبول کرلیں اور طلوع یا غروب سے پہلے اسلام لانے کے بعد ان کو اتنا وقت مل گیا کہ اس میں ایک رکعت ادا ہوسکتی ہے تو اِن پر بھی اس وقت کی نماز فرض ہوجائے گی اور وہ اس نماز کی قضاء کریں گے ۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ حدیث میں لفظ ''اَدْرَکَ'' مذکور ہے جس کے معنے پانے کے ہیں نہ کہ نماز پڑھنے کے' اگر طلوع یا غروب سے پہلے ایک رکعت نماز پڑھ لینے سے طلوع یا غروب کے بعد باقی نماز کا پڑھنا جائز ہوتا اور یہ نماز ادا نماز میں محسوب ہوتی تو ''مَنْ اَدْرَکَ'' کی بجائے'' ''مَنْ صَلّٰی'' جو نماز پڑھا ارشاد ہوتا ، یہاں بجائے ''مَنْ صَلّٰی'' کے ارشاد ہوا ہے''مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً'' (جس نے ایک رکعت پالی) یعنی جس نے ایک رکعت کا وقت پالیا تو ایسا شخص جو ایسے وقت میں ایک رکعت پالیا ہو وہ پوری نماز کا پانے والا سمجھا جائے گا اور اس پر اس وقت کی نماز واجب ہوجائے گی اور وہ شخص اس نماز کی قضا کرے گا ۔12

نمازِ مغرب کا آخری وقت سفید شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے

10/862- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مغرب کا ابتدائی وقت وہ ہے جب سورج غروب ہوجائے (اور مغرب کے آخری وقت کے بارے میں ارشاد ہوا ہے ''حِيْنَ يَغِيْبُ الْأُفُقُ'' یعنی) مغرب کا آخری وقت وہ ہے جب کنارۂ آسمان سیاہی پھیلنے کی وجہ سے نظر نہ آئے۔ (یعنی سفید شفق غائب ہوجائے۔) (اس کی روایت ترمذی اور امام احمد نے کی ہے۔)

11/863- اور طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ پھر مغرب کی اذاں غروب آفتاب کے وقت دی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع فرمائی اور طویل قرأت سے نماز میں اس قدر تاخیر فرمائی یہاں تک کہ دن کی سفیدی (یعنی سفید شفق) قریب تھا کہ غائب ہوجائے، (اس سے معلوم ہوا کہ مغرب کا آخری وقت سفید شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے، اگر مغرب کا آخری وقت سرخ شفق کے غائب ہونے تک ہی قرار دیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب کا جو حصہ سرخ شفق کے بعد ادا فرمایا ہے وہ وقت کے بعد ہوگا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔) (ہیثمی نے کہا: ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔)

مغرب کے اول وقت کا بیان

12/864- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب اس وقت پڑھا کرتے تھے جب کہ آفتاب ڈوب جایا کرتا تھا۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نمازِ مغرب کے ابتدائی وقت کا بیان

13/865- سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ نماز مغرب غروب آفتاب کے ساتھ ہی پڑھا کرتے تھے۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نماز مغرب کے آخر وقت کا بیان

14/866- عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب کا وقت شفق کے پھیلاؤ کے ختم ہونے تک رہتا ہے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نمازِ عشاء کا ابتدائی وقت سفید شفق غائب ہونے سے شروع ہوتا ہے

15/867- انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں عشاء کی نماز کب پڑھوں؟ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (نماز عشاء اُس وقت پڑھا کرو) جب آسمان کے کناروں میں سیاہی پھیل جائے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

16/868- اور ابوداؤد کی ایک روایت میں مرفوعاً مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشاء اُس وقت ادا فرماتے جب افق یعنی کنارۂ آسمان میں سیاہی دکھائی دیا کرتی۔ اِس حدیث کو ابن خزیمہ اور دیگر محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔

ف: کِتَابُ الِاخْتِیَارِ میں لکھا ہے کہ شفق سے مراد سفید شفق ہے اس سے معلوم ہوا کہ سپیدی ختم ہونے تک مغرب کا وقت رہتا ہے اور سپیدی ختم ہونے کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوجاتا ہے، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق، معاذ بن جبل اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے' اور صاحب ردالمحتار کہتے ہیں کہ اس کی روایت عبدالرزاق نے ابوہریرہ اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما سے بھی کی ہے۔ اِسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے شفق سے سفید شفق مراد لی ہے۔ البتہ شفق سے سرخ شفق مراد ہونے کی روایت بیہقی نے صرف ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کی ہے اور اس حدیث کی پوری روایت بیہقی میں موجود ہے اور اس لئے صاحبین نے شفق سے سرخ شفق مراد لیا ہے۔

''ہدایہ'' وغیرہ میں مذکور ہے کہ جب احادیث وآثار میں تعارض پیدا ہو گیا کہ شفق سے کیا مراد لیں؟ شفق کے بارے میں کسی حدیث سے سفیدی اور کسی حدیث سے سرخی معلوم ہوتی ہے تو شک پیدا ہو گیا اس لئے اِس شک کی وجہ سے سرخ شفق کے غائب ہونے سے مغرب کا وقت ختم نہیں ہوگا۔ علامہ قاسم نے فرمایا ہے کہ اس سے ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول صحیح ترین قول ہے' اور ''بحر رائق'' نے اِسی کو اختیار کیا ہے، لیکن اس زمانہ میں اکثر ممالک میں لوگوں کا تعامل صاحبین کے قول پر ہو چلا ہے۔

نہر نے نقایہ، وقایہ، درہ، الاصلاح، درر البحار، الامداد، المواہب اور اس کی شرح البرہان نے بھی ان ساری کتابوں کے حوالے سے صاحبین کے قول کی تائید کی ہے اور ان سب نے صراحت کی ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہی ہے اور سراج میں مذکور ہے کہ صاحبین کے قول پر عمل کرنے میں سہولت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل کرنے میں احتیاط ہے' یہ پورا مضمون ردالمحتار سے ماخوذ ہے۔ عمدۃ الرعایہ میں لکھا ہے کہ اس اختلاف کی وجہ سے اولیٰ یہ ہے کہ نمازِ مغرب سرخ شفق تک ادا کر لی جائے اور نماز عشاء سفید شفق کے ختم ہونے کے بعد شروع کی جائے تاکہ ہر دو نمازیں مغرب اور عشاء بالاتفاق اپنے اپنے وقت پر ادا ہو جائیں۔ 12

نمازِ عشاء کے ابتدائی وقت کا بیان

17/869- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عشاء کا ابتدائی وقت اس وقت سے شروع ہو جاتا ہے جبکہ کنارۂ آسمان سیاہی پھیلنے سے نظر نہ آئے۔ (اس کی روایت ترمذی اور امام احمد نے کی ہے۔)

سفید شفق کے بعد سیاہی پھیلنے سے عشاء کا ابتدائی وقت شروع ہوتا ہے

18/870- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عشاء کا وقت اس وقت ہوتا ہے کہ رات کی تاریکی روئے زمین پر پھیل جائے۔ (اس کا حاصل یہ ہے کہ سفید شفق غائب ہو جائے۔) (اس کی روایت طبرانی نے الاوسط میں کی ہے۔)

نماز عشاء کے آخری وقت کا بیان

19/871- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات نماز عشاء میں اتنی تاخیر فرمائی کہ رات ختم ہونے کے قریب تھی اور مسجد کے نمازی سو گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور نمازِ عشاء ادا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ بے شک رات کا آخری حصہ بھی نمازِ عشاء کا وقت ہے' اگر مجھے اپنی امت پر دشواری کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اسی وقت نمازِ عشاء پڑھنے کا حکم دیتا۔ (یہ ترجمہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی بنایۃ شرح ہدایۃ سے ماخوذ ہے۔12) (اس کی روایت امام طحاوی، نسائی اور مسلم نے کی ہے۔)

ف: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الآثار میں اس مقام پر ایک بڑی اچھی بات لکھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان جملہ احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نماز عشاء کا آخری وقت صبح صادق کے طلوع ہونے تک رہتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن عباس' ابوموسیٰ اشعری' ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء کی ادائی میں ایک تہائی شب تک تاخیر فرمائی ہے اور ابوہریرہ اور انس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء میں نصف نصف شب تک تاخیر فرمائی ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء میں اُس وقت تک تاخیر فرمائی کہ رات کا دو تہائی حصہ گذر چکا تھا اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عشاء میں تاخیر فرمائی' یہاں تک کہ رات ختم ہونے کے قریب تھی۔ یہ تمام روایتیں صحیح میں مذکور ہیں۔ اس بناء پر امام طحاوی نے وضاحت کی ہے کہ ان احادیث کی روشنی میں یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ پوری رات نماز عشاء کا وقت ہے۔ اس کو علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ہدایۃ کی شرح میں ذکر کیا ہے۔

تمام رات عشاء کا وقت ہے

20/872- نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام یہ حکم نامہ روانہ فرمایا کہ نماز عشاء رات کے جس حصہ میں چاہیں پڑھئے اور اس نماز کو غفلت کر کے قضاء نہ ہونے دیجئے (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے اور اس حدیث

کے تمام راوی ثقہ ہیں ۔)

نمازِ عشاء کا وقت صبح صادق طلوع کرنے سے ختم ہو جاتا ہے

21/873- عبید بن جریج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نماز عشاء میں افراط کرنا (یعنی اس قدر تاخیر کرنا جو نا جائز ہے) کیا ہے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نمازِ عشاء میں اتنی تاخیر کرنا کہ صبح صادق طلوع ہو جائے افراط اور نا جائز ہے۔ (اس لئے کہ صبح صادق کے طلوع ہونے سے نماز عشاء کا وقت باقی نہیں رہا۔) اس کی روایت طحاوی نے کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔)

صبحِ صادق اور صبح کاذب کا بیان

22/874- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبح دو 2 ہیں (1) ایک صبح کاذب اور (2) دوسری صبح صادق) صبح کاذب وہ صبح ہے جس کی روشنی بھیڑیئے کے دُم کی طرح مشرق سے مغرب کی طرف دراز ہوتی ہے (اس کے بعد پھر سیاہی آجاتی ہے اس میں نماز فجر جائز نہیں ہے لیکن سحری کھانا جائز ہے' اور صبح صادق وہ صبح ہے جس کی روشنی میں آسمان کے کناروں جنوب وشمال کی طرف پھیلتی ہے۔ (اس کے بعد سیاہی نہیں آتی بلکہ سفیدی بڑھتی جاتی ہے) اس میں نماز صبح جائز ہے اور سحری کھانا ممنوع ہو جاتا ہے۔ (اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور مسلم کی ایک روایت بھی اسی طرح ہے۔)

نمازِ فجر کا ابتدائی وقت اور اس کا آخری وقت

23/875- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز فجر کا ابتدائی وقت صبح صادق کے طلوع ہونے سے شروع ہوتا ہے اور سورج طلوع ہونے پر اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ (اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔)

نمازِ وتر کا وقت

24/876- ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز وتر رات میں پڑھی جاتی ہے۔ (یعنی یہ رات کی نماز ہے۔) (اس کی روایت امام احمد اور ابویعلیٰ نے کی ہے۔)

نماز وتر کے واجب ہونے کا ثبوت اور اسکا ابتدائی اور آخری وقت

25/877- معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے میری (امت کیلئے) ایک اور نماز زیادہ فرمادی ہے اور وہ وتر کی نماز ہے اور اس کا وقت نماز عشاء اور طلوع فجر کے درمیان ہے۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

تمام رات، نمازِ وتر کا وقت ہے

26/878- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے ہر حصہ میں نمازِ وتر ادا فرمائے ہیں اول شب میں، وسط شب میں اور آخر شب میں اور آپ کے وتر کی ادائی سحر کے وقت تک بھی پہنچی ہے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نمازِ وتر کا آخری وقت

27/879- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب صبح صادق طلوع ہو جائے تو

رات کی نماز اور وتر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اس لئے تم نماز وتر کو صبح صادق سے پہلے پڑھ لیا کرو۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

صبحِ صادق کے بعد نمازِ وتر کا وقت باقی نہیں رہتا

28/880- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے وتر کے ادا کرنے میں جلدی کرو۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

(2/21)بَابُ تَأْخِيرِ الصَّلَوَاتِ وَ تَعْجِيلِهَا

(بعض نمازوں کو تاخیر کر کے مستحب وقت میں اور بعض نمازوں کو جلدی کر کے اول وقت پڑھنے کی فضیلت کا باب)

نمازِ ظہر کا مستحب وقت

1/881- خالد بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے امیر نے نماز جمعہ پڑھانے کے بعد انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز ظہر پڑھا کرتے تھے؟ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب سخت سردی کا موسم ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر میں تعجیل فرماتے تھے اور جب گرمی سخت ہو جاتی تو نماز ظہر ٹھنڈے وقت ادا فرماتے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

نمازِ ظہر کا مستحب وقت

2/882- انس بن مالک اور ابو مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موسم سرما میں نمازِ ظہر جلد ادا فرمایا کرتے اور گرما میں نماز ظہر میں تاخیر فرمایا کرتے تھے۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نمازِ ظہر کا وقتِ مستحب

3/883- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب موسم گرما ہوتا تو نماز ظہر کو ٹھنڈے وقت ادا فرمایا کرتے اور جب جب سردی کا موسم ہوتا تو جلدی ادا فرمایا کرتے تھے۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں' اور سب صحیح کے راوی ہیں۔)

ف: ملاعلی قاری رحمۂ اللہ نے کہا ہے کہ نماز ظہر کے بارے میں متعارض حدیثیں وارد ہوئی ہیں بعض حدیثوں سے بلا قید موسم تعجیل ثابت ہوتی ہے اور بعض احادیث سے بلا قید موسم تاخیر' اور یہ تعارض اس باب کی حدیثوں سے اس طرح دور ہو جاتا ہے کہ جن حدیثوں میں تعجیل ظہر مذکور ہے وہ موسم سرما سے متعلق ہیں اور جن حدیثوں میں تاخیر ظہر مذکور ہے وہ موسم گرما سے متعلق ہیں' اور جن حدیثوں سے موسم گرما میں بھی تعجیل ظہر ثابت ہے ایسی حدیثوں کے متعلق بیہقی کا قول ہے کہ ایسی حدیثیں منسوخ ہیں۔12

نماز ظہر ٹھنڈے وقت پڑھنے کی وجہ

4/884- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب شدت کی گرمی ہو تو نمازِ ظہر (یہ ترجمہ بخاری کی روایت کے لحاظ سے کیا گیا ہے جو ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں نمازِ ظہر کی صراحت ہے۔12) کو ٹھنڈے وقت پڑھو!۔

5/885- کیوں کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہوتی ہے جہنم نے اپنے پروردگار سے شکایت کی اور کہا کہ اے میرے پروردگار میرے بعض نے بعض کو کھا لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے جہنم کو دو

دفعہ سانس لینے کی اجازت دی (1) ایک سانس سرما میں اور (2) دوسری گرما میں، اسی وجہ سے تم سخت سے سخت گرمی محسوس کرتے ہو اور سخت سے سخت سردی پاتے ہو۔ (جو، انہی دونوں سانسوں کا اثر ہے) (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

6/886- اور بخاری کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ گرمی کی شدت جس کو تم محسوس کرتے ہو وہ جہنم کی گرم سانس کی وجہ سے ہوتی ہے اور سخت سردی جس کو تم محسوس کرتے ہو وہ جہنم کے طبقہ زمہریر کی ٹھنڈی سانس کی وجہ سے ہوا کرتی ہے۔

نمازِ ظہر ٹھنڈے وقت پڑھنے کا بیان

7/887- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب گرمی کا موسم ہو تو نماز ٹھنڈے وقت پڑھا کرو کیوں کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہوتی ہے۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

گرمیوں میں نماز ظہر کو اول وقت ادا کرنے کا حکم منسوخ ہے

8/888- مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز ظہر دوپہر ڈھلنے یعنی ابتدائی وقت میں پڑھائی اور ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہوتی ہے، اس لئے ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت پڑھا کرو۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے) اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ نماز ظہر تاخیر کر کے ٹھنڈے وقت پڑھیں اور یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت دیا کہ آپ اس حکم کے دینے سے پہلے نماز ظہر کو گرمی میں ابتدائی وقت ادا فرمایا کرتے تھے، اس سے یہ ثابت ہوا کہ سخت گرمی میں نماز ظہر کا ابتدائی وقت میں پڑھا جانا منسوخ ہو گیا اور نماز ظہر کو گرمی میں تاخیر کر کے ٹھنڈے وقت پڑھنا واجب ہو گیا۔

نمازِ ظہر گرمیوں میں ٹھنڈے وقت پڑھنے کا حکم مطلق ہے کسی موقع سے خاص نہیں

9/889- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے' موذن نے اذاں دینے کا ارادہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن سے ارشاد فرمایا کہ دھوپ میں ٹھنڈک آنے دو' تھوڑی دیر کے بعد ارادہ کیا کہ اذان دیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان سے فرمایا کہ دھوپ میں ٹھنڈک آنے دو، یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ٹیلوں کے ایک مثل ہوگیا (حدیث شریف کے الفاظ ''حَتّٰی سَاوَی الظِلُّ التُّلُوْلَ'' (یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ٹیلوں کے ایک مثل ہوگیا ہے) سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ظہر کا وقت ایک مثل کے اور بھی باقی رہتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اشیاء منسبطہ (یعنی چیزیں جو پھیلی ہوئی ہوں جیسے ٹیلہ وغیرہ) کا سایہ جب ایک مثل ہوتا ہے تو اشیاء مُنْتَصِبَہ (یعنی ایسی چیزیں جو کھڑی ہوئی ہوں جیسے لاٹھی وغیرہ) کا سایہ دو مثل کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ (ماخوذ از اعلاء السنن۔ 12) (یعنی عام چیزوں کا سایہ ان کے دو مثل کے قریب پہنچا اور اس وقت ظہر ادا کی گئی) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہوتی ہے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

نمازِ ظہر گرمیوں میں ٹھنڈے وقت پڑھنے کا حکم مطلق ہے جو کسی موقع سے خاص نہیں' اس پر دوسری حدیث

10/890- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کی ایک منزل میں فروکش ہوئے تھے تو بلال رضی اللہ عنہ اذاں دینا چاہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہر جاؤ اے بلال! پھر انہوں نے تھوڑی دیر کے بعد ارادہ کیا کہ اذان دیں

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا ٹھہر جاؤ اے بلال ! یہاں تک کہ ہم کو ٹیلوں کا سایہ دکھائی دینے لگا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہوتی ہے اس لئے تم ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت پڑھا کرو جبکہ گرمی کا موسم سخت ہو جائے۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: ترمذی نے وضاحت کیہے کہ جن ائمہ نے (جیسے امام اعظم، امام احمد اور ابن مبارک وغیرہم رحمہم اللہ) نے یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ سخت گرمی میں نماز ظہر میں تاخیر کی جائے' یہ قول پیروی کیلئے مرجح اور اولیٰ ہے اور امام شافعی رحمہ' اللہ نے جو مسلک اختیار کیا ہے کہ گرمی کے موسم میں تاخیر ظہر کی رخصت ان لوگوں کیلئے ہے جو دور سے آتے ہیں اس لئے ان کی مشقت دور کرنے کیلئے تاخیر کا حکم دیا گیا حالانکہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے وہ امام شافعی رحمہ' اللہ کے قول کی تائیدنہیں کرتا کیونکہ امام شافعی رحمہ' اللہ نے جس مسلک کو اختیار کیا ہے اگر وہ درست ہوتا تو سفر کی حالت میں ابراد (یعنی ٹھنڈے وقت میں) نماز ظہر پڑھنا ایک بے معنی بات ہو جاتی، کیوں کہ نماز ادا کرنے والے حالت سفر میں تھے اور ایک جگہ جمع تھے اور ان کو اس بات کی ضرورت نہیں تھی کہ دور سے آکر اکٹھے ہوں۔ (یہ پورا مضمون ترمذی میں مذکور ہے۔)

نمازِ عصر تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے

11/891- عبدالواحد بن نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں کوفہ کی مسجد میں داخل ہوا تو موذن نے عصر کی اذاں دی (وہاں) ایک سِن رسیدہ بزرگ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے موذن کو ملامت کی اور کہا کہ میرے والد نے مجھے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیا کرتے تھے کہ یہ نماز (عصر) تاخیر سے پڑھی جائے، یہ سن کر میں نے ان بزرگ کے متعلق لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ تو لوگوں نے کہا کہ یہ عبداللہ بن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما ہیں (ان کے والد رافع بن خدیج جلیل القدر صحابی ہیں۔) (اس کی روایت دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے۔)

نمازِ عصر میں اس قدر تاخیر مستحب ہے کہ آفتاب زرد نہ ہوجائے

12/892- عبدالرحمٰن بن علی بن شیبان رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ پہنچے تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر میں اتنی تاخیر فرماتے تھے کہ آفتاب صاف اور روشن رہتا۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

عصر کی نماز میں دیر کرنا سنت ہے

13/893- ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں تم لوگوں سے زیادہ جلدی فرماتے تھے اور تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عصر کی نماز میں جلدی کرتے ہو۔ (اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس حدیث کے راوی صحیح کی شرط کے موافق ہیں۔)

نمازِ عصر دیر سے پڑھنا صحابہؓ کی بھی سنت ہے

14/894- زیاد بن عبداللہ نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سب سے بڑی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے موذن نے آکر الصلوٰۃ کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ! وہ بیٹھ گئے۔ دوسری دفعہ پھر موذن نے الصلوٰۃ کہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ! اور علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کتّا ہم کو نماز سکھا رہا ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور ہمیں نماز عصر پڑھائی نماز سے فراغت کے بعد ہم پلٹ کر اسی جگہ پہنچے جہاں ہم پہلے بیٹھے ہوئے تھے اور ہم گھٹنے ٹیک کر آفتاب کے ڈوبنے کو دیکھنے لگے۔ (اس کی روایت حاکم نے کی ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے اگرچہ کہ انہوں نے اس کی روایت نہیں کی ہے اور حدیث کی روایت دارقطنی نے بھی اسی طرح کی ہے۔)

نمازِ عصر دو مثل کے بعد پڑھنے کا بیان

15/895- عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم ایک نماز جنازہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھے انہوں نے نماز عصر ادا نہیں کی اور ساکت رہے یہاں تک کہ ہم ان کو بار بار متوجہ کرتے رہے اس پر بھی انہوں نے نمازِ عصر اس وقت تک ادا نہیں کی جب تک ہم نے مدینہ منورہ کے سب سے اونچے پہاڑ کی پر آفتاب کو نہیں دیکھ لیا (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نماز عصر دیر سے پڑھنا تابعین کی بھی سنت ہے

16/896- حماد رضی اللہ عنہ، ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی نے کہا کہ میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو دیکھا ہے کہ وہ نمازِ عصر کو آخری وقت میں ادا کیا کرتے تھے۔ (اس کی روایت امام محمد نے کتاب الحج میں کی ہے۔)

عصر کا نام عصر رکھنے کی وجہ

17/897- ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ عصر کا نام اس لئے عصر رکھا گیا ہے کہ عصر کی نماز اس وقت ادا کی جاتی ہے جب کہ آفتاب نچوڑا جا رہا ہو (یعنی آفتاب میں ایسی تمازت نہیں رہتی جیسی کہ ایک مثل کے وقت رہتی ہے' اس سے ثابت ہوا کہ عصر کی نماز دو مثل پر ہی ہوا کرتی تھی۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

آفتاب کے زرد پڑ جانے سے عصر کا مکروہ وقت شروع ہوتا ہے

18/898- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ منافق کی نماز ہوتی ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہے یہاں تک کہ سورج

جب شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان پہنچ جائے (یعنی زرد پڑ جائے) تو اس وقت اٹھ کر (مرغ کی طرح) چار ٹھونگ مارلے جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کم کرنے کا (موقع) ملے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ابر کے دنوں کی نمازِ عصر کا بیان

19/899- بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب دن ابر آلود ہو تو نماز عصر ابتدائی وقت پڑھ لیا کرو (اس لئے کہ ابر کی وجہ سے تمہیں وقت کا صحیح اندازہ نہ ہوگا اور نماز ترک ہو جائیگی) اور (یہ معلوم ہے کہ) جو نماز عصر (کسی کام کی وجہ سے) ترک کر دیتا ہے تو (اس کام سے) برکت مٹا دی جاتی ہے۔ (ابر کی وجہ سے بھی اگر تمہاری نماز ترک ہو جائے گی تو تمہارے اس وقت کے کام سے برکت مٹا دی جائے گی۔) (اس کی روایت امام احمد، ابن ماجہ اور ابن حِبّان نے کی ہے۔)

نماز مغرب اول وقت پڑھنے کی تاکید

20/900- مرثد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جب جہاد کی غرض سے تشریف لائے تو اس زمانہ میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ حاکم مصر تھے، امیر مصر عقبہ نے نماز مغرب میں کچھ دیر کی تو ابوایوب رضی اللہ عنہ اٹھے اور فرمایا کہ اے عقبہ یہ کیسی نماز ہے عقبہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم (حکومت کے) کاموں میں مشغول تھے (اور یہ بھی عبادت ہے، اس وجہ سے دیر ہوگئی) ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کو نہیں سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت ہمیشہ بھلائی پر رہے گی یا یوں فرمایا کہ میری امت اسلام کی اصلی حالت پر رہے گی جب تک کہ نمازِ مغرب کے ادا کرنے میں اس قدر تاخیر نہ کرے کہ ستارے چمکنے لگیں۔ (اس کی روایت

ابوداؤد نے کی ہے۔)

نمازِ مغرب اول وقت پڑھنے کی تاکید پر دوسری حدیث

21/901- ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نمازِ مغرب کو غروب آفتاب کے ساتھ ہی پڑھا کرو اور اس کی ابتداء تاروں کے نکلنے سے پہلے کیا کرو۔ (اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔)

نماز مغرب اول وقت پڑھنے کی تاکید پر تیسری حدیث

22/902- ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نمازِ مغرب کی ابتداء تارے نکلنے سے پہلے کیا کرو۔ (اس کی روایت امام احمد اور دار قطنی نے کی ہے۔)

نمازِ مغرب اول وقت پڑھنے کی تاکید پر چوتھی حدیث

23/903- ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز مغرب تارے نکلنے سے پہلے اس وقت پڑھا کرو جب روزے دار کے افطار کا وقت آجاتا ہے۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

نمازِ مغرب اول وقت پڑھنے کی تاکید پر پانچویں حدیث

24/904- رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ مغرب پڑھا کرتے تھے اور ہم میں سے کوئی شخص نماز کے بعد واپس ہوتا (تو ایسی روشنی میں واپس ہوتا تھا) کہ اس کو اپنے تیر کا نشانہ دکھائی دیتا۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ابر کے دنوں میں احتیاط یہ ہے کہ نماز مغرب کچھ دیر سے پڑھے

25/905- عبدالعزیز بن رفیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابر کے دنوں میں دن کی نمازیں جلدی پڑھا کرو اور مغرب کی نماز میں دیر کیا کرو۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے اپنے مراسیل میں کی ہے عزیزی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند قوی ہے باوجودیکہ یہ مرسل ہے اور جامع صغیر نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔)

نمازِ عشاء کا مستحب وقت

26/906- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت پر دشواری کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انہیں یہ حکم دیتا کہ وہ نماز عشاء میں تہائی شب یا آدھی رات تک تاخیر کریں۔ (اس کی روایت امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

نمازِ عشاء کے مستحب وقت پر دوسری حدیث

27/907- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نمازِ عشاء کو (سفید) شفق غائب ہونے کے بعد سے رات کے پہلی تہائی تک پڑھ لیا کرتے تھے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نمازِ عشاء کے مستحب وقت پر تیسری حدیث

28/908- نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں اس نماز یعنی نمازِ عشاء کے وقت سے بخوبی واقف ہوں نمازِ عشاء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیسری تاریخ کا چاند ڈوبنے کے وقت ادا فرمایا کرتے تھے۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور دارمی نے کی ہے۔)

نمازِ عشاء کے مستحب وقت پر چوتھی حدیث

29/909- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم ایک رات عشاء کی نماز کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیر تک انتظار کرتے رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت باہر تشریف لائے جب کہ رات کا ایک تہائی حصہ گذر چکا تھا یا اس کے بعد تشریف لائے ۔ معلوم نہیں کہ تشریف آوری میں کیا چیز مانع تھی؟ کوئی خانگی ضرورت تھی یا کچھ اور؟ بہر حال تشریف لا کر ارشاد فرمایا تم لوگ ایک ایسی نماز کا انتظار کر رہے ہو کہ تمہارے علاوہ دیگر مذاہب والوں میں سے کوئی اس وقت نماز کے انتظار میں نہیں ہے۔ اگر میری امت پر بار نہ گذرتا تو میں ان کو اسی وقت اس نماز کو پڑھایا کرتا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موذن کو حکم دیا تو موذن نے نماز کی تکبیر کہی اور آپ نے نماز پڑھائی۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نمازِ عشاء کے مستحب وقت پر پانچویں حدیث

30/910- جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچوں نمازوں کو (اوقات کے لحاظ سے) تقریباً تمہاری نمازوں کی طرح ادا فرمایا کرتے تھے اور عشاء کی نماز میں تمہاری نماز کے وقت سے کچھ تاخیر فرمایا کرتے اور نمازوں کو (قرأت کے اعتبار سے) ہلکی پڑھایا کرتے تھے۔ (نہ کہ ارکان کے اعتبار سے۔) (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نمازِ عشاء کے مستحب وقت پر چھٹی حدیث

31/911- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشاء پڑھنے کے ارادے سے جمع ہوئے، آپ باہر تشریف نہیں لائے یہاں تک کہ تقریباً نصف شب گذر گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو تو ہم اپنی اپنی

جگہ بیٹھے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگ اس وقت نماز پڑھ چکے ہیں اور اپنی اپنی خوابگاہوں میں آرام کررہے ہیں اور تم جب سے نماز کا انتظار کررہے ہو اس وقت سے نماز ہی میں ہو (اور تم کو برابر نماز کا ثواب مل رہا ہے) اور اگر ضعیف کے ضعف کا اور بیمار کی بیماری کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس نماز میں نصف شب تک تاخیر کرتا۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

نمازِ عشاء ترک کرنے والے کی وعید

32/912- عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نمازِ عشاء سے غافل ہو کر سو گیا اس طرح کہ اس کا وقت گذر جائے تو خدا کرے اس کو نیند نہ آئے۔ (اس کی روایت ابن عسا کر نے مرسلاً کی ہے۔)

افق میں سپیدی پھیلنے کے بعد نماز فجر پڑھنا مستحب ہے

33/913- رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نمازِ فجر روشنی پھیلنے پر پڑھو کیوں کہ یہ بہت بڑے اجر کا باعث ہے۔ (اس کی روایت ترمذی نے ابوداؤد اور دارمی نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

نمازِ فجر کے مستحب وقت پر دوسری حدیث

34/914- رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نمازِ فجر روشنی میں ادا کرو کیوں کہ یہ بڑے اجر کا باعث ہے۔ (اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔)

نماز، فجر کے مستحب وقت پر تیسری حدیث

35/915- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ نمازِ فجر سپیدی پھیلنے پر ادا کرو اس سے تمہارے گناہ بخشے جائیں گے۔(اس کی روایت دیلمی نے کی ہے۔)

نمازِ فجر کے مستحب وقت پر چوتھی حدیث

36/916- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بلالؓ سے روایت کرتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے بلال (رضی اللہ عنہ) صبح کی نماز سپیدی پھیلنے پر پڑھو، یہ تمہارے لئے خیر ہے۔(اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔)

نمازِ فجر کے مستحب وقت پر پانچویں حدیث

37/917- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو فجر کی نماز روشنی پھیلنے پر ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو اور اس کے دل کو روشن کر دیتے ہیں اور اس کی نماز قبول فرما لیتے ہیں۔(اس کی روایت دیلمی نے کی ہے۔)

نمازِ فجر کے مستحب وقت پر چھٹی حدیث

38/918- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت فطرت اسلام یعنی اسلام کی اصلی حالت پر اس وقت تک قائم رہے گی جب تک وہ فجر کی نماز روشنی پھیلنے پر ادا کرتی رہے۔(اس کی روایت بزار نے کی ہے اور طبرانی نے بھی الاوسط میں کی ہے۔)

نمازِ فجر کے مستحب وقت پر ساتویں حدیث

39/919- رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز صبح کو اس قدر روشنی پھیلنے پر ادا کرو کہ لوگ اپنے تیروں کے نشانوں کو دیکھ سکیں۔(اس کی روایت طیالسی نے کی ہے۔)

نمازِ فجر کے مستحب وقت پر آٹھویں حدیث

40/920- رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبح کی نماز ادا کرنے میں اس قدر روشنی آنے دو کہ لوگ اپنے تیروں کے نشانوں کو دیکھ سکیں۔(اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔)

نمازِ فجر کے مستحب وقت پر نویں حدیث

41/921- عبداللہ بن محمد بن عقیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں اس کے نام کی طرح تاخیر فرماتے تھے۔(فجر کے معنی یہ ہیں کہ تاریکی پھٹ کر سپیدی پھیلنے لگے۔)(اس کی روایت طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ کی ہے۔)

نماز فجر کے مستحب وقت پر دسویں حدیث

42/922- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا اتفاق کسی چیز پر اس طرح نہیں ہوا جیسا کہ نمازِ فجر کے خوب روشنی میں ادا کرنے پر ہوا ہے۔(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

ف: مذکورۂ بالا حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نمازِ فجر اِسفار یعنی سپیدی میں ادا کی جائے اس بارے میں یہ واضح رہے کہ نمازِ فجر کے ادا کرنے میں اس قدر تاخیر نہ ہو کہ طلوع آفتاب کا شک ہونے لگے بلکہ نمازِ فجر کو اِسفار یعنی ایسی سپیدی میں ادا کرنا مستحب ہے کہ بہ ترتیل کم وبیش چالیس آیتوں کے ساتھ نماز ختم ہونے پر اگر نماز میں فساد ظاہر ہوتو دوسری مرتبہ نماز فجر کا اعادہ اسی طرح کیا جاسکے جیسے کہ پہلی مرتبہ ادا کیا تھا۔(ملتقی الابحر)

عرفات کی مغرب اور مزدلفہ کی فجر کا مستحب وقت

43/923- ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ ہمیشہ ہر نماز اس کے مستحب وقت پر ادا فرمایا کرتے تھے (البتہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ حج کے موقع پر دو نمازیں مغرب اور فجر ان کے مستحب وقت سے ہٹا کر اس طرح ادا فرمائی ہیں کہ مزدلفہ میں نماز مغرب کو (اس کے مستحب وقت سے ہٹا کر) عشا ئکے ساتھ ادا فرمایا اور (اسی طرح) نماز فجر کو اس کے مستحب وقت (اسفار) سے ہٹا کر غلس یعنی تاریکی میں ادا فرمائی۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

عرفات کی مغرب اور مزدلفہ کی فجر کے مستحب وقت پر دوسری حدیث

44/924- ابو اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں عبدالرحمٰن بن یزید رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حج کو تشریف لائے مجھے علقمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ رہوں مزدلفہ کی رات (جب دسویں ذی الحجہ کی) صبح صادق طلوع ہونے لگی تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ اقامت کہو میں نے عرض کیا اے ابو عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ) میں نے کبھی آپ کو اس طرح تاریکی میں نماز فجر ادا کرتے نہیں دیکھا ہے۔ عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی اس دن کی نماز فجر کو اس جگہ ایسے وقت ہی ادا فرمایا کرتے تھے۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو نمازیں ہیں جو اپنے مستحب وقت سے ہٹا کر ادا کی جاتی ہیں ایک تو مغرب کی نماز ہے جو اپنے مستحب وقت سے ہٹا کر (عشاء کے ساتھ) اس وقت پڑھی جاتی ہے جب لوگ (عرفات سے) مزدلفہ کو پہنچ جاتے ہیں اور دوسری نمازِ فجر ہے جو صبح صادق ہوتے ہی تاریکی میں پڑھی جاتی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح ادا فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔ (اس کی

روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نمازِ وتر کا مستحب وقت ایک لحاظ سے

45/925- ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری رات کی آخری نماز وتر کو قرار دو (اس کی روایت مسلم نے کی ہے)۔

ف: اس حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ رات کی نمازوں میں آخری نماز وتر ہونی چاہئے تو واضح رہے کہ یہ حکم مستحب ہے اس لئے وتر کے بعد اگر کوئی نماز ادا کرنا چاہے تو ادا کر سکتے ہیں کیوں کہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعت ادا فرمایا کرتے تھے۔ (اشعۃ اللمعات۔)12

نماز وتر کا مستحب وقت دوسرے لحاظ سے

46/926- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے میرے دلی دوست نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی ہے (1) ایک ہر مہینے کے وسط میں) تین روزہ رکھنے کی (جس کو ایام بیض کہتے ہیں) اور (2) دوسرے دو رکعت نماز چاشت ادا کرنے کی (جو نماز چاشت کی کم سے کم مقدار ہے اور آٹھ یا بارہ رکعت نماز چاشت کی پوری مقدار ہے)(3) تیسری وصیت یہ فرمائی کہ میں سونے سے قبل نماز وتر ادا کرلیا کروں۔ (اس کی روایت مسلم اور بخاری نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نمازِ وتر کے مستحب وقت میں وسعت

47/927- غُضَیف بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ مجھے یہ بتائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کا غسل اول شب میں کیا کرتے تھے یا آخرِ شب میں؟ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اولِ شب غسل جنابت فرمایا ہے تو کبھی آخرِ شب میں۔ میں نے

کہا اللہ اکبر! اللہ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین میں آسانی فرمادی ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا اچھا یہ تو فرمائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر اولِ شب میں ادا فرماتے تھے یا آخرِ شب میں؟ ام المؤمنین جواب دیں کہ کبھی اولِ شب میں آپ نے وتر ادا فرمائی اور کبھی آخرِ شب میں، میں نے کہا کہ اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین میں وسعت عطا فرمائی پھر میں نے دریافت کیا اچھا یہ بھی بتائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز تہجد میں) قرآن آواز سے پڑھا کرتے تھے یا آہستہ؟ ام المؤمنین ارشاد فرمائیں کہ کبھی آپ قرآن آواز سے پڑھتے تھے اور کبھی آہستہ، میں نے کہا اللہ اکبر! اللہ کا شکر ہے کہ جس نے دین میں آسانی کردی ہے۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ابن ماجہ نے صرف آخری فقرہ روایت کیا ہے۔)

نمازِ وتر کے مستحب وقت میں اختلاف ہونے کی وجہ

48/928- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اندیشہ ہو کہ وہ اخیر رات نیند سے نہ اٹھ سکے گا تو وہ اول شب میں نمازِ وتر ادا کرلے اور جس کو امید ہو کہ وہ آخر شب میں اُٹھ سکے گا تو وہ آخرِ شب میں نمازِ وتر ادا کرے کیوں کہ آخر شب کی نماز میں رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اسی لئے آخر شب میں نماز وتر پڑھنا افضل ہے۔ (اس کی روایت مسلم اور امام احمد نے کی ہے۔)

ہر نماز اس کے مستحب وقت میں ادا کرنے کی فضیلت

49/929- ولید بن عیزار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعمرو شیبانی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس گھر کے مالک نے ہمیں یہ حدیث سنائی اور (یہ کہہ کر) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اعمال میں کونسا عمل اللہ تعالیٰ کے پاس زیادہ پسندیدہ

ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز اس کے (مستحب) وقت پر ادا کرنا اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنا (اللہ تعالیٰ کے پاس سب اعمال سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔) (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

ہر نماز اس کے مستحب وقت میں ادا کرنے کی فضیلت پر دوسری حدیث

50/930- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ) تین چیزیں ہیں کہ ان میں دیر نہ کرو (ایک (1)) نماز کہ جب اس کا مستحب وقت ہو جائے (تو پھر اس کی ادائی میں دیر نہ کرنا) اور (2) دوسرے جنازہ کہ جب وہ آجائے ۔(تو اس کی نماز میں دیر نہ کرو) اور (3) تیسرے بے شوہر عورت کہ جب اس کو مناسب خاوند مل جائے (تو اس کے نکاح کر دینے میں دیر نہ کرو۔) (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ہر نماز کو اس کے مستحب وقت میں ادا کرنے کی فضیلت پر تیسری حدیث

51/931- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں (چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہر نماز کو ہمیشہ اس کے مستحب وقت پر ادا فرماتے تھے اس لئے کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک کسی ایک کو بھی اس کے آخری وقت میں ادا فرمایا ہو۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ہر نماز اس کے مستحب وقت میں پڑھنے کی تاکید

52/932- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر (رضی اللہ عنہ) اُس زمانے میں تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ تم پر ایسے حکام مسلط ہوں گے جو نمازوں کو (ان کے آداب وشرائط کے لحاظ سے) مردہ کر کے پڑھیں گے یا نمازوں کو اُن کے مستحب وقت سے ہٹا کر مکروہ اوقات میں ادا کریں گے میں نے عرض کیا حضور ایسے وقت

کیلئے آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نمازوں کو ان کے مستحب وقت پر پڑھا کرو اور اگر اُسی نماز کو اُن حکام کے ساتھ پھر پالو تو دوبارہ باجماعت پڑھ لو کیوں کہ وہ بعد والی نماز تمہارے لئے نفل ہوگی۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: علامہ عینی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ ''مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً'' والی حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے منسوخ ہے ''مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً'' والی حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو طلوع آفتاب سے پہلے فجر کی ایک رکعت اور اسی طرح غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت مل گئی اور اس نے باقی نماز کو طلوع یا غروب کے بعد ادا کر لی تو اس کو فجر اور عصر کی پوری پوری نماز مل گئی ''مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً'' والی حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ کی مذکورالصدر حدیث سے متعارض ہورہی ہے کیوں کہ ''مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً'' والی حدیث میں تاخیر صلوٰۃ کا جواز مذکور ہے اور ابوذر رضی اللہ عنہ کی مذکورالصدر حدیث سے تاخیر صلوٰۃ کا عدم جواز ثابت ہے اس لئے ضروری ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں سے کوئی ایک حدیث منسوخ قرار پائے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس وجہ سے منسوخ نہیں ہوسکتی کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث 51 سے بصراحت ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری عمر شریف میں کبھی کسی نماز میں تاخیر نہیں فرمائی بلکہ ہر نماز کو ہمیشہ اس کے مستحب وقت پر ادا فرمایا ہے، اس لئے ابوذر رضی اللہ عنہ کی مذکورالصدر حدیث ناسخ ہے اور ''مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً''، والی حدیث منسوخ۔ ''مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً''، والی حدیث کے منسوخ ہونے کی تفصیلی بحث اور مزید ناسخ حدیثوں کا ذکر ''بَابُ الْمَوَاقِیْت'' کی حدیث نمبر (9) کے فائدہ میں مذکور ہے؛ ملاحظہ فرمایا جائے۔ 12

ہر نماز اس کے مستحب وقت میں پڑھنے کی تاکید پر دوسری حدیث

53/933- عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد تم پر ایسے حکام مسلط ہوں گے جن کو بروقت نماز ادا کرنے سے ان کے دنیاوی مشغولیات اس طرح مانع ہوں گے کہ نماز کا وقت ہی گذر جائے گا، اس لئے تم نماز کو اس کے مستحب وقت پر پڑھ لیا کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں (علیحدہ بروقت تنہا نماز پڑھ لینے کے بعد) ایسے امیروں کے ساتھ بھی نماز پڑھ لوں تو حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں پڑھ لو۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ان نمازوں کا بیان جن کو دوبارہ نفل کی نیت سے باجماعت ادا کرنا جائز نہیں

54/934- نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے مغرب یا صبح کی نماز تنہا پڑھ لی اور اس کے بعد یہ نمازیں باجماعت مل گئیں تو وہ ان دونوں نمازوں کو پھر دوبارہ نہ پڑھے۔ (اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔

55/935- اور دارقطنی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اِسی طرح اس حدیث کی روایت مرفوعاً کی ہے۔)

ف: ایسے زمانہ میں جب کہ حکام نمازوں میں تاخیر کر کے نمازوں کو مکروہ اوقات میں ادا کرتے ہوں تو مناسب یہ ہے کہ نمازیں تنہا مستحب اوقات میں ادا کر لی جائیں اور پھر حکام کے ساتھ نماز باجماعت میں نفل کی نیت سے شریک ہو جائیں' یہ واضح رہے کہ نفل کی نیت سے شرکت صرف ظہر اور عشاء کی حد تک رہے گی کیوں کہ فجر اور عصر کے بعد نفل نمازیں جائز نہیں اور تنہا مغرب پڑھ لینے کے بعد نفل کی نیت سے مغرب کی نماز میں شرکت اس لئے ناجائز ہے کہ نفل نماز تین رکعت والی نہیں ہوا کرتی' اگر ایک رکعت کے اضافہ سے نفل کی چار رکعتیں پوری کر لی جائیں تو امام کی نماز کے خلاف ہوتا ہے' یہی وجہ ہے کہ تنہا مغرب پڑھ لینے کے بعد نفل کی نیت سے مغرب کی جماعت میں شریک ہونا ناجائز ہے اگرچہ کہ مغرب کی نماز کے بعد نفل نمازیں ادا کر سکتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات۔)

قضا نماز کب ادا کرنا چاہئے اس کی تحقیق

56/936- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی نماز کو بھول جائے یا اس نماز کو ادا نہ کر کے سو رہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ نماز جب یاد آئے (اور وہ مکروہ وقت نہ ہو) اِسی وقت ادا کر لے۔

57/937- اور دوسری روایت میں ہے کہ اس کا کفارہ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ جو شخص کسی نماز کو بھول جائے یا نیند کی وجہ سے نماز ادا نہ کرسکے اور اس نماز کا وقت گذر جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب وہ اس نماز کو یاد کرے اسی وقت پڑھ لے اس سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے کہ ممنوعہ اوقات میں قضا نمازوں کا ادا کرنا' اس لئے جائز ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جب نماز یاد آجائے پڑھ لے، چونکہ نماز ممنوعہ اوقات میں یاد آئی ہے اس لئے ممنوعہ اوقات میں ہی نماز ادا ہونی چاہئے یہ امام شافعی رحمۃ علیہ کا قول ہے لیکن ہمارے پاس ان اوقات ممنوعہ میں فوت شدہ نماز یاد بھی آجائے تو اس کا اِن اوقات میں ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے خواہ وہ نماز قضا ہو یا ادا ہو یا نفل۔ اس حدیث سے ہمارے پاس فوت شدہ نماز کے یاد آتے ہی اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے نہ کہ اس نماز کا اسی وقت ادا کرنا' اور چونکہ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ ممنوعہ اوقات میں نمازوں کا ادا کرنا ناجائز ہے اس لئے ممنوعہ اوقات کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے فوت شدہ نمازوں کو ممنوعہ اوقات میں ادا نہیں کیا جائے گا بلکہ ممنوعہ اوقات کے بعد وہ نمازیں ادا ہوں گی اور یہی وہ صورت ہے جس سے دونوں حدیثوں پر عمل ہوجاتا ہے اس کے برخلاف انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر عمل کرکے ممنوعہ اوقات میں فوت شدہ نمازوں کے یاد آتے ہی فوراً انہی اوقات میں نمازیں ادا کرلی جائیں تو اس حدیث پر عمل ہوجاتا ہے مگر ممنوعہ اوقات والی حدیث پر عمل نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں ہمارے قول کی تائید حدیث تعریس سے بھی ہوتی ہے جو آگے آرہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم راستہ میں آرام فرمائے یہاں تک کہ سورج نکل پڑا اور نماز فجر قضا ہوگئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ فوراً سب اس جگہ سے کوچ کریں چنانچہ آگے جاکر سورج کے بلند ہونے کے بعد فوت شدہ نماز فجر ادا کی گئی۔ اگر ممنوعہ اوقات میں نماز کے یاد آتے ہی نماز کا اسی وقت پڑھ لینا جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر طلوع آفتاب کے ساتھ ہی نماز پڑھ کر آگے کُوچ فرماتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں فرمایا جو حنفی مسلک پر قوی دلیل ہے۔ (عمادۃ القاری۔)12

نیند کی وجہ سے یا بھولنے کی وجہ سے کوئی نماز فوت ہوجائے تو اس کے ادا کرنے کا حکم

58/938- ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشادفرمایا کہ (کسی وقت) نیند کی وجہ سے (کسی نماز کا وقت گذر جائے) تو کوئی قصورنہیں (بروقت نماز نہ پڑھنے کا گناہ تونہیں ہوگا مگرنماز کی قضا ضروری ہوگی) البتہ بیداری میں (کسی وجہ سے کوئی نماز فوت ہوجائے) تو (ایسا شخص) قصوروار ہوگا (کہ اس نماز کی قضا بھی لازم ہوگی اور گناہ بھی ہوگا) اس لئے تم میں سے کوئی شخص کسی نماز کو بھول جائے یا اتنی دیر سو جائے کہ اس نماز کا وقت گذر جائے تو جب یاد آجائے (اور مکروہ وقت نہ ہو) نماز ادا کرلے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا ہے ’’ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِی ‘‘ میرے (خوف) سے جب نماز یاد آجائے تو نماز ادا کرلیا کرو۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نیند کی وجہ سے یا بھولنے کی وجہ سے نماز وتر فوت ہوجائے تو اس کے ادا کرنے کا حکم

59/939- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جو شخص وتر نہ پڑھ کر سو جائے یا وتر پڑھنا بھول جائے وہ وتر کو اس وقت پڑھ لے جب یاد آجائے یا جب نیند سے بیدار ہو(اور مکروہ وقت نہ ہو۔)(اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

نماز وتر کے واجب ہونے کے جو دلائل ہیں ان کے منجملہ یہ بھی ایک دلیل ہے

ف: اس حدیث میں وتر کے فوت ہوجانے پر ارشاد ہورہا ہے: ’’فَلْیُصَلِّ اِذَا ذَکَرَ ‘‘یعنی جب نماز وتر یاد آجائے تو پڑھ لے اور یہی انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (قضاء نماز کب ادا کرنا چاہئے والی حدیث دو احادیث) میں فرض نماز کے بھول جانے پر بھی اسی قسم کے الفاظ وارد ہیں اور وہ یہ ہیں: ’’اَنْ یُّصَلِّیَھَا اِذَا ذَکَرَھَا ‘‘یعنی جب نماز کو یاد کرلے تو اسی وقت پڑھ لے‘ جب وتر کیلئے ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جیسے فرض نماز کیلئے تو اس سے وتر کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔12۔

حدیث تعریس، نیند کی وجہ سے یا بھولنے کی وجہ سے کوئی نماز فوت ہوجائے تو اس کو ادا کرنے کے حکم پر دوسری حدیث

60/940- سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر سے واپس ہوئے تو رات بھر چلتے رہے یہاں تک کہ جب رات کا آخری حصہ باقی رہ گیا تو آرام کیلئے ایک مقام پر اتر پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا اے بلال (رضی اللہ عنہ) تم بیدار رہ کر صبح کی نماز کیلئے ہم کو بیدار کردو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سو گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ جہاں تک ہوسکا بیدار رہے پھر بلال رضی اللہ عنہ اپنی سواری کو ٹیکا دے کر مشرق کی طرف رخ کر کے بیٹھے رہے، یہاں تک کہ ان کو بھی نیند لگ گئی اور دھوپ اوپر آنے تک نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور نہ بلال رضی اللہ عنہ اور نہ کوئی صحابی قافلہ سے جاگ سکے، سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے اٹھے اور فرمائے کیا بلال؟ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی اسی نے سلا دیا جس نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سلا دیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کجاوے کسو اور یہاں سے چلو! تو سب نے اپنی سواریوں کو اٹھایا کجاوے کس دیئے اور کچھ دور چلے (اور جب آفتاب ایک نیزہ بلند ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذاں کا حکم دیا اور بلال رضی اللہ عنہ نے اذاں کہی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو سنتیں اطمینان کے ساتھ ادا فرمائے (سنتوں کا پڑھنا التعلیق المجد میں ''مسند امام احمد'' کے حوالے سے مذکور ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت کا حکم دیا تو بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو نماز صبح کی قضا پڑھائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی نماز کو (اس طرح) بھول جائے (کہ نماز قضا ہوگئی) تو

وہ فوت شدہ نماز کی قضا اس وقت ادا کر لے جب اس کو یاد آ جائے (اور وہ وقت مکروہ نہ ہو) کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے'' وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرٰی'' (جب نماز یاد آ جائے تو پڑھ لیا کرو،) (اس آیت کا ترجمہ'' لِذِکْرٰی'' راء کے فتح اور الف مقصورہ کی قرأت کے لحاظ سے ہے جس کی تحقیق ذیل کے فائدہ نمبر 1 میں آ رہی ہے۔ (اس کی روایت امام مالک اور مسلم نے کی ہے۔)

ف (1): واضح ہو کہ '' وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِی'' میں دو قرأت۔ (1) ایک لِذِکْرِی (راء کے زیر اور یا متکلم کے ساتھ) اور دوسرے '' لِذِکْرٰی'' (راء کے زیر اور الف مقصورہ کے ساتھ) ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث 108 میں پہلی قرأت '' لِذِکْرِی'' کے لحاظ سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ اور سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کی حدیث 110 میں دوسری قرأت لِلذِّکْرٰی کے لحاظ سے ترجمہ کیا گیا ہے تحقیق یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اس آیت سے جو استدلال فرمایا ہے وہ دوسری قرأت کی بناء پر جو راوی کے تصرف سے '' لِذِّکْرِی'' ہو گیا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد نے اسی روایت میں '' لِلذِّکْرٰی'' کہا ہے اور ابن شہاب جن کو زہری کہا جاتا ہے اور جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ بھی لِلذِّکْرٰی کی قرأت پڑھا کرتے تھے۔ (التعلیق الممجد میں تنویر کے حوالہ سے ایسا ہی نقل کیا گیا ہے۔)12

ف (2): اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی سواریوں کو اس مقام سے لے کر چلے یہاں تک کہ اس وادی سے باہر ہو گئے، چاہئے تو یہ تھا کہ فوت شدہ نماز کو وہیں ادا کرتے اور پھر روانہ ہوتے' ایسا نہ کر کے وہاں سے روانہ ہوئے اور نماز اس وقت ادا فرمائی جب کہ آفتاب ایک نیزہ بلند ہو چکا تھا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ممنوعہ اوقات میں نماز یاد آتے ہی نماز نہیں پڑھنا چاہئے بلکہ ممنوع وقت گذرنے کے بعد فوت شدہ نماز کو ادا کرنا چاہئے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ (عمدۃ القاری۔)12

نیند کی وجہ سے نماز فجر فوت ہو جائے تو اس کے ادا کرنے کا حکم

61/941- شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے حکم اور حماد رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو سوتا رہا یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت گذر گیا اور ایسے وقت بیدار ہوا کہ آفتاب کا کچھ حصہ طلوع ہو چکا تھا۔ دونوں نے جواب دیا کہ وہ اس وقت تک نماز نہ ادا

کرے جب تک کہ آفتاب بلند نہ ہو جائے۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

صاحبِ ترتیب کا حکم

62/942- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا (صاحبِ ترتیب) شخص جو کسی نماز کو بھول جائے اور اس قضا نماز کو ادا کئے بغیر دوسری نماز میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے (فوت شدہ نماز جماعت میں شریک ہونے تک یاد نہ آئی اور شریک ہونے کے بعد یاد آگئی اور اس نے امام کے ساتھ پوری نماز ادا کی اور سلام پھیرا (اب) اس کا حکم یہ ہے کہ نماز با جماعت سے فراغت کے بعد پہلے اس فوت شدہ نماز کو ادا کرلے جس کو بھول گیا تھا اور اس کے بعد اس نماز کو دہرائے جس کو امام کے ساتھ پڑھا ہے۔(اس کی روایت دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے اور طبرانی اور خطیب نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: یہ حدیث اور اس کے بعد والی حدیثیں صاحب ترتیب کے احکام سے متعلق ہیں جو فوت شدہ نمازوں کو ادا کرنا چاہتا ہے، اس بارے میں مذہب حنفی یہ ہے وقتیہ نماز صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ قضاء نماز پہلے ادا کی جائے کیوں کہ صاحبِ ترتیب کیلئے ترتیب اس طرح فرض ہے کہ وہ پہلے قضا نماز ادا کرے پھر وقتی نماز ادا کرلے' اس کی وضاحت نہایت شرح وبسط سے ابن الہمام نے فتح القدیر میں اور صاحب بحر رائق نے شرح المنار میں کی ہے۔ تفصیل کیلئے ان کتب کا مطالعہ کیا جائے۔12

صاحبِ ترتیب کے حکم پر دوسری حدیث

63/943- حبیب رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں ان سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب ادا فرمائی اور نمازِ عصر ادا کرنا بھول گئے تھے (غالبًا یہ واقعہ کسی جنگ کا ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے دریافت فرمایا کہ کیا تم لوگوں نے مجھے نمازِ عصر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ آپ نے نماز عصر نہیں پڑھی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو حکم دیا تو مؤذن نے اذاں دی پھر اقامت کہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی اور

عصر کے بغیر جو مغرب کی نماز پڑھی گئی تھی اس کو شمار میں نہ لا کر دوبارہ نماز مغرب ادا فرمائی ۔(اس کی روایت امام احمدؒ طبرانی اور ابونعیم نے کی ہے ۔)

صاحبِ ترتیب کے حکم پر تیسری حدیث

64/944- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مشرکین قریش کو خندق کی لڑائی کے موقع پر برا بھلا کہنے لگے اور وجہ یہ بتائی کہ یارسول اللہ میں آفتاب غروب ہونے کے قریب تک نماز عصر ادا نہ کرسکا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخدا میں نے بھی نماز عصر نہیں پڑھی ہے، جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم بطحان کی وادی میں اترے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء فرمایا اور ہم سب نے بھی وضوء کیا اور اس وقت تک آفتاب غروب ہو چکا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نمازِ عصر ادا فرمائی اور اس کے بعد نماز مغرب پڑھی ۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے ۔)

صاحبِ ترتیب کے حکم پر چوتھی حدیث

65/945- ابراہیم نخعی (رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) کہ اُن سے (صاحبِ ترتیب) شخص کے متعلق (دریافت کیا گیا) جو نماز ظہر بھول گیا ہو اور عصر کی نماز میں شریک ہوگیا اور اس کو نماز عصر میں ظہر کی نماز یاد آ گئی تو ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ عصر کو توڑ دے اور ظہر کی نماز پہلے پڑھ لے اس کے بعد عصر ادا کرے ۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے ۔)

صاحبِ ترتیب سے نماز وتر فوت ہو جائے تو اس کے ادا کرنے کا حکم

66/946- زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نمازِ وتر نہ پڑھ کر سو جائے اور رات میں ادا نہ کرسکے اور وہ صاحب ِترتیب ہے) تو وہ وتر کو صبح صادق ہونے کے بعد (نماز فجر کے پہلے) پڑھ لے ۔(اس کی روایت

ترمذی نے مرسلاً کی ہے۔)

ف:اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ صاحبِ ترتیب کیلئے جس طرح فرض نمازوں کی قضاء کے موقع پر قضا اور وقتیہ نمازوں کے درمیان ترتیب کا قائم رکھنا فرض ہے (کہ وہ پہلے قضاء ادا کرے پھر وقتیہ نماز) اسی طرح صاحبِ ترتیب کیلئے یہ بھی فرض ہے کہ وہ وتر اور فرض نمازوں کے درمیان ترتیب قائم رکھے، مثلاً کسی صاحب ترتیب کی نماز وتر فوت ہوگئی اور فجر کا وقت شروع ہوگیا تو ایسے صاحب ترتیب کیلئے ضروری ہے کہ وہ پہلے وتر کی قضاء پڑھے پھر فجر کے فرض ادا کرے۔ یہ مضمون شرح وقایہ سے ماخوذ ہے۔12

صاحب ترتیب کے لئے ترتیب فرض ہونے کا ثبوت

67/947- ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین نے خندق کی لڑائی کے موقع پر چار نمازوں سے روک رکھا تھا (اس لئے چار نمازیں ادا نہ کرسکے) یہاں تک کہ اللہ کی مشیئت میں جہاں تک منظور تھا رات کا کچھ حصہ گذر گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اذاں دی پھر اقامت کہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر ادا فرمائی پھر اقامت ہوئی اور نماز عصر ادا فرمائی پھر اقامت ہوئی اور مغرب ادا فرمائی پھر اقامت ہوئی اور عشاء کی نماز ادا فرمائی ۔(اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے اور ابن حبان اور بزار نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

صاحبِ ترتیب کی تعریف اور ترتیب کے تفصیلی احکام

ف: ہمارے علماء نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے کہ صاحبِ ترتیب کیلئے وقتیہ نمازوں اور قضا نمازوں کے درمیان ترتیب کا قائم رکھنا فرض ہے اس طرح کہ پہلے قضاء نماز ادا کی جائے پھر وقتیہ اور اسی طرح قضا نمازوں کے درمیان بھی ترتیب کا لحاظ رکھنا فرض ہے اگر کسی صاحبِ ترتیب کی نمازِ صبح فوت ہوجائے اور وہ ظہر تک اسکو ادا نہ کرسکے تو وہ ظہر کے وقت پہلے نمازِ فجر ادا کرے اور اس کے بعد نمازِ ظہر ادا کرے، اور اسی طرح کسی صاحب

ترتیب کی فجر اور ظہر دونوں قضا ہوں تو اس کو چاہئے کہ پہلے فجر کی قضا ادا کرے پھر ظہر کی قضا ادا کرے۔ صاحب ِ ترتیب کے بارے میں مزید توضیح یہ ہے کہ کسی شخص کی دو یا تین یا چار یا پانچ نمازیں قضا ہوگئیں اور ان نمازوں کے سوا اس کے ذمہ کسی اور نماز کی قضا باقی نہیں ہے۔ یعنی عمر بھر میں سن بلوغ سے کبھی کوئی نماز فوت نہیں ہوئی اور اگر فوت ہوئی تو اس کی قضا کرلی، ایسا شخص صاحب ترتیب ہے اور ایسے شخص کیلئے ادا نماز کا پڑھنا اس وقت تک درست نہیں جب تک وہ ان پانچویں فوت شدہ نمازوں کی قضا نہ پڑھ لیوے اور ایسا شخص ان فوت شدہ نمازوں میں بھی لازماً ترتیب رکھے گا یعنی جو نماز سب سے اول فوت ہوئی ہے، پہلے اس کی قضا پڑھے' پھر اس کے بعد والی' پھر اس کے بعد والی اس طرح ترتیب سے پانچوں کی قضا پڑھے مثلاً کسی سے دن بھر کی پانچوں نمازیں فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء فوت ہوگئیں تو یہ صاحب ترتیب ہونے کی وجہ سے پہلے فجر' پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب اور پھر عشاء ترتیب سے پڑھے' اگر اس نے پہلے فجر کی قضا نہیں پڑھی بلکہ ظہر قضا پڑھ لی یا عصر کی قضاء کی یا ان پانچوں نمازوں میں سے بلالحاظ ترتیب کوئی اور نماز ادا کرلی تو یہ نماز درست نہیں ہوئی اور اس شخص کیلئے اِس نماز کو پھر پڑھنا ضروری ہوگا' البتہ کسی شخص کی چھ نمازیں فوت ہوجائیں تو ایسا شخص صاحب ترتیب نہیں رہا، اب وہ ان فوت شدہ نمازوں کی قضا سے پہلے ادا نماز پڑھ سکتا ہے اور ایسے شخص کیلئے فوت شدہ نمازوں میں بھی ترتیب ضروری نہیں ہے۔ 12

(3/22)بَابُ فَضَائِلِ الصّلَاةِ

(یہ باب نماز کے بقیہ فضائل کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللّٰہِ عزَّ وَ جَل ''حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی''اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(سورہ بقرہ پ 2 ع 31) تمام نمازوں کی پابندی کرواور درمیانی نماز کی بھی۔

فجراور عصر کو پابندی سے پڑھنے کی فضیلت

1/948- عمارۃ بن رُوَیْبَہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوارشادفرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہروہ شخص جوطلوع آفتاب اورغروب آفتاب کے قبل کی نمازوں یعنی فجراورعصر کو پابندی سے ادا کرتا ہووہ ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

فجراور عصر کو پابندی سے پڑھنے کی فضیلت پردوسری حدیث

2/949- ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جوشخص دونوں ٹھنڈے وقت کی نمازوں کو پڑھتا رہتا ہے(وہ بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہوگا۔(ٹھنڈے وقت کی نمازوں سے مرادفجراورعصر یا فجراورعشاء ہیں۔))(اس کی روایت بخاری ومسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

فجراور عصر کو پابندی سے پڑھنے کی فضیلت پرتیسری حدیث

3/950- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس باری باری سے رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے (بندوں کے اعمال لکھنے اور اعمال کیلئے جانے کیلئے) آتے رہتے ہیں اور وہ فجر کی نماز میں اور عصر کی نماز میں یکجا جمع ہوتے ہیں، (فجر کے وقت اس لئے جمع ہوتے ہیں کہ ان میں ایک جماعت رات کے اعمال لے جاتی ہے اور دوسری جماعت دن کے اعمال لکھنے کیلئے آتی ہے اور اسی طرح عصر کے وقت جمع ہو کر ایک جماعت تو دن کے اعمال لے جاتی ہے اور دوسری جماعت رات کے اعمال لکھنے کیلئے آتی ہے) پھر وہ فرشتے جو تمہارے پاس رات گذارے ہیں وہ اوپر جاتے ہیں تو ان سے پروردگار عالم باوجود یہ کہ اپنے بندوں کے حالات سے ان سے زیادہ باخبر ہیں دریافت فرماتے ہیں کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ ہم ان کو اس حالت میں چھوڑ آئے کہ وہ نماز (فجر) پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تو نمازِ (عصر) پڑھ رہے تھے اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

فجر اور عشاء کو پابندی سے پڑھنے کی فضیلت

4/951- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان دینے میں کیا ثواب ہے اور نماز کی پہلی صف میں کیا اجر ہے (تو ایک دوسرے پر سبقت کرتے اور ہر ایک چاہتا کہ خود اذان دے اور پہلی صف میں جگہ حاصل کرے) تو اس کے تصفیہ کیلئے قرعہ اندازی کی ضرورت پڑتی اور اگر لوگ جانتے کہ ہر نماز کو اس کے مستحب وقت میں ادا کرنے کیلئے بہت سویرے مسجد کو پہنچ جانے میں کیا اجر ہے تو (اس فضیلت کو حاصل کرنے کیلئے مسجدوں کی جانب دوڑتے ہوئے آتے اور اگر ان کو معلوم ہوتا کہ عشاء اور صبح کی نماز میں کیا فضیلت ہے تو ان دونوں نمازوں کیلئے (مسجدوں کی جانب کسی وجہ سے چل نہ سکتے ہوں تو) سرین کے بل زمین پر گھسٹتے ہوئے آتے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

فجر اور عشاء کو ترک کرنے کی وعید

5/952- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منافقین پر کوئی نماز فجر اور عشاء سے بڑھ کر دشوار نہیں اور اگر یہ جانتے کہ ان دونوں نمازوں کیلئے (مسجد کو آنے میں) کیا فضیلت ہے تو وہ (کسی وجہ سے چل نہ سکتے تو) سرین کے بل زمین پر گھسیٹتے ہوئے آتے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

فجر اور عشاء جماعت کے ساتھ پڑھنے والے کو شب بیداری کا ثواب ملتا ہے

6/953- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز عشاء باجماعت ادا کی تو گویا وہ آدھی رات تک عبادت میں مشغول رہا اور جس نے نماز فجر باجماعت ادا کی تو گویا وہ پوری رات نماز میں گذارا۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز مغرب اور نماز عشاء کا کوئی اور نام رکھنے کی ممانعت

7/954- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ہرگز نماز مغرب کو دیہاتی عربوں کی طرح عشاء نہ کہا کرو، راوی یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دیہاتی عرب مغرب کو عشاء کہا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تم دیہاتی عربوں کی طرح نماز عشاء کو (عتمہ) نہ کہا کرو کیونکہ قرآن میں اس نماز کا نام عشاء ہے (دیہاتی عرب عشاء کو عتمہ اس وجہ سے کہا کرتے تھے کہ) اس وقت اونٹوں کا دودھ دوہا جاتا تھا (جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جاہلیت سے تشبیہ کی بناء پر منع فرمادیا اور بعض حدیثوں میں عشاء کو جو عتمہ کہا گیا ہے وہ اس نہی سے پہلے کا واقعہ ہے جو اس حدیث سے منسوخ ہوگیا۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نمازفجر جماعت کے ساتھ پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کی امان میں آجاتا ہے

8/955- جندب قسری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز فجر (جماعت کے ساتھ) پڑھی تو وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور امان میں آگیا (تو مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سے بدسلوکی نہ کریں کیوں کہ ایسے امن دیے ہوئے شخص سے بدسلوکی کرنا اللہ تعالیٰ کے اس امن کو توڑنا ہے جو اس نمازی کو ملا ہے، اللہ تعالیٰ کے پاس کا یہ قاعدہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے امن کو توڑنے کی وجہ سے جس کسی سے وہ کچھ بھی مواخذہ کرنا چاہتے ہیں تو اس کو پکڑ لیتے ہیں اور منہ کے بل اس کو جہنم کی آگ میں جھونک دیتے ہیں ایسا ہی جو، امن دیئے ہوئے نمازی کو ایزاء دے گا تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈال دیں گے۔) (اس کی روایت مسلم نے کی ہے اور مصابیح کے بعض نسخوں میں راوی کے نام کے ساتھ قسری کی بجائے قشیری آیا ہے۔)

''اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا'' کی تفسیر

9/956- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قول باری تعالیٰ ''اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا'' (بے شک صبح کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے) کے متعلق فرمایا کہ صبح کی نماز کے وقت رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

نماز فجر کے لئے گھر سے نکلنے والے کی فضیلت

10/957- سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص نماز صبح کیلئے نکلتا ہے تو وہ ایمان کا پرچم لے کر نکلتا ہے (کہ یہ اس کے ایمان کی علامت ہے) اور جو شخص (بغیر نماز پڑھے) بازار کو جاتا ہے تو وہ ابلیس کا پرچم لئے ہوئے جاتا ہے۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

نمازِ فجر کو با جماعت ادا کرنا شب بیداری سے افضل ہے

11/958- ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلیمان بن ابی حثمة کو نمازِ صبح میں موجود نہ پایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار کی طرف نکلے اور سلیمان رضی اللہ عنہ کا گھر بازار اور مسجد کے درمیان تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی ماں جن کا نام شفاء رضی اللہ عنہا تھا ان سے ملتے ہوئے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی ماں سے پوچھا کہ آج میں نے سلیمان کو صبح کی نماز میں نہیں دیکھا ہے ان کی ماں شفاء جواب دیں کہ آج سلیمان رات بھر نماز پڑھتے رہے (اور صبح کی نماز کے وقت) ان پر نیند کا غلبہ ہوگیا اور وہ سو گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمام رات عبادت میں گزارنے سے میرے پاس بہتر یہ ہے کہ میں نماز صبح کی جماعت میں حاضر رہوں۔ (اس کی روایت امام مالکؒ نے کی ہے۔)

جمعہ کے دن نمازِ فجر کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کی فضیلت

12/959- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام نمازوں میں اللہ تعالیٰ کے پاس فضیلت والی نماز جمعہ کے دن کی فجر کی نماز ہے جو جماعت کے ساتھ ادا کی جائے۔ (اس کی روایت ابونعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔)

نماز ظہر کی فضیلت

13/960- عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ظہر کی نماز فضیلت میں رات کی نماز (یعنی تہجد) کی طرح ہے۔ (اس کی روایت ابن نصر نے کی ہے اور طبرانی نے بھی الکبیر میں اس کی روایت کی ہے۔)

نمازِ عصر کی فضیلت اور صلوٰۃ وسطیٰ کی تحقیق

14/961- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ مشرکین نے ہم کو صلوٰۃ الوسطیٰ یعنی نمازِ عصر سے روک رکھا، اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز عصر کی فضیلت اور صلوٰۃ وسطیٰ کی تحقیق پر دوسری حدیث

15/962- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم احزاب یعنی خندق کی لڑائی میں مشغول تھے تو کفار نے ہم کو نمازِ عصر سے باز رکھا یہاں تک کہ قریب تھا کہ آفتاب ڈوب جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ! جن لوگوں نے ہم کو صلوٰۃ الوسطیٰ (نماز عصر) سے باز رکھا ہے ان کے دلوں میں آگ بھر دے اور ان کے گھروں کو بھی آگ سے بھر دے اور ان کی قبروں کو بھی آگ سے بھر دے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ صلوٰۃ الوسطیٰ سے نمازِ فجر مراد ہے۔ (مگر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ الوسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے۔) (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

نماز عصر کی فضیلت اور صلاۃ الوسطیٰ کی تحقیق پر تیسری حدیث

16/963- ابن مسعود اور سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ان دونوں حضرات نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صلوٰۃ الوسطیٰ نماز عصر ہے۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

نماز عصر کی فضیلت اور صلاۃ الوسطیٰ کی تحقیق پر چوتھی حدیث

17/964- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ دمشق آکر ابو کلثم دوسی کے گھر فروکش ہوئے پھر مسجد کو تشریف لائے اور مسجد کے غربی جانب ایک جگہ بیٹھ گئے (وہاں دیکھا کہ) لوگ صلوٰۃ وسطیٰ کا باہم تذکرہ کرتے ہوئے اس کے متعلق آپس میں اختلاف کررہے ہیں یہ سن کر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم کو بھی صلوٰۃ وسطیٰ کے متعلق اختلاف ہوا تھا جس طرح کہ آپ حضرات کے درمیان صلوٰۃ وسطیٰ کے تعین میں اختلاف ہورہا ہے کہ وہ کونسی نماز ہے؟ اور اس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور ہماری مجلس میں اُس وقت ایک باخدا بزرگ ابو ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ بن عبدشمس موجود تھے ابو ہاشم نے کہا کہ میں اس مسئلہ کو آپ لوگوں کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرکے آتا ہوں یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جرأت سے حاضر ہوجایا کرتے تھے، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اور اندر گئے پھر ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم کو خبر دی کہ صلوٰۃ الوسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

نماز عصر کی فضیلت اور صلوٰۃ وسطیٰ کی تحقیق پر پانچویں حدیث

18/965- عبدالرحمٰن بن لبیبة الطائفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلوٰۃ وسطیٰ کے متعلق سوال کیا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم کو قرآن پڑھ کر سناتا ہوں تاکہ معلوم ہوجائے کہ صلوٰۃ وسطیٰ کونسی نماز ہے؟ سنو! کیا اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں نہیں فرمایا ہے ''اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ'' (آفتاب ڈھلنے کے بعد نماز قائم کرو) یہ ظہر کی نماز ہے، ''اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ'' (رات کی تاریکی شروع ہونے کے وقت نماز قائم کرو) یہ مغرب کی نماز ہے ''وَمِنۡۢ بَعۡدِ صَلٰوۃِ الۡعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوۡرٰتٍ لَّکُمۡ'' (تمہاری خلوت کے تین وقت ہیں منجملہ ان کے نماز عشاء کے بعد کا وقت بھی ہے) یہ عتمۃ یعنی عشاء کی نماز ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

''اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا''(بے شک صبح کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے) یہ فجر کی نماز ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا''حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ''(حفاظت کرو سب نمازوں کی عموماً اور بیچ والی نماز کی خصوصاً اور کھڑے رہو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے) یہ صلوٰۃ وسطیٰ عصر ہی ہے۔صدر کی مذکورہ آیتوں میں ظہر،مغرب،عشاء اور فجر کی نمازوں کا ذکر آچکا ہے اب رہی نماز عصر تو اس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے اسطرح ثابت ہوا کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہی ہے۔)(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

نماز عصر ترک کرنے کی وعید

19/966- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص سے نمازِ عصر چھوٹ جائے (تو اس کو ایسا رنج ہونا چاہئے) جیسے گھر بار اور مال و دولت برباد ہونے سے ہوتا ہے۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نمازِ عصر ترک کرنے کی وعید پر دوسری حدیث

20/967- بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نمازِ عصر کو چھوڑ دے (تو اس نے جس کام کی وجہ سے نماز عصر چھوڑی ہے) اس کام سے برکت مٹادی جاتی ہے۔(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

نمازِ عشاء تاخیر سے پڑھنے کی فضیلت

21/968- معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نماز عشاء میں تاخیر کیا کرو،تم کو اس نماز عشاء کی وجہ سے دوسری امتوں پر فضیلت دی گئی ہے کیونکہ اس نماز کو کوئی امت تمہارے قبل نہیں پڑھتی تھی۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

نماز عشاء جماعت کے ساتھ پڑھنے کی فضیلت

22/969- امامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو نماز عشاء جماعت سے پڑھا کرتا ہے تو اس کو شب قدر سے حصہ مل جاتا ہے ۔(اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔)

(4/23)بَابُ الْاَذَانِ

(یہ باب اذان کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ ''وَاِذَانَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ اتَّخَذُوْھَا ھُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ. '' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ مائدہ پ6 ع9) اور جب تم (اذان دے کر) لوگوں کو نماز کیلئے بلاتے ہو تو یہ لوگ نماز کو ہنسی اور کھیل بناتے ہیں اور یہ (حرکت بیجا ان سے) اس لئے (سرزد ہوتی ہے) کہ یہ ایسے (بے وقوف) لوگ ہیں کہ (بالکل) نہیں سمجھتے۔

وَقَوْلُہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ'' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔(سورہ جمعہ پ28 ع2 میں) مسلمانو! جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کیلئے اذان دی جائے تو یاد الٰہی (خطبہ و نماز) کی طرف لپکو۔

اذان مشروع ہونے سے پہلے نماز کیلئے ندا کرنے کی کیفیت

1/970- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مسلمان (ہجرت کر کے) جب مدینہ منورہ پہنچے اور اس وقت نماز کیلئے ندا نہ کی جاتی تھی تو نماز کیلئے وقت کا اندازہ کر کے خود جمع ہو جاتے تھے، اس بارے میں صحابہ نے ایک دن آپس میں مشورہ کیا، کسی کی رائے ہوئی کہ نصاریٰ کے ناقوس کی طرح ایک ناقوس بنالیں اور بعض کہنے لگے (یہ نہیں) بلکہ یہود کی سینگ کی طرح سینگ بجانے کا انتظام کرلیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آدمی کو کیوں نہیں مقرر کر دیتے جو نماز کیلئے سب کو ندا کر دیا کرے۔(یہ تجویز سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بلال (رضی اللہ عنہ) اٹھو اور

نماز کیلئے لوگوں کو(''اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ''، نماز تیار ہے کہہ کر) ندا کردو۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ ابتداء میں اذان سے پہلے لوگوں کو نماز کیلئے جمع کرنے کیلئے''اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ'' کے الفاظ سے بلایا جاتا تھا پھر بعد میں اذان شروع ہوئی۔(مرقات۔)

اذان اور اقامت مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت

2/971- عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کے متعلق فکر لاحق ہوئی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال کیا چند لوگوں کو مامور کردیں کہ وہ اٹھیں اور ٹیلوں پر چڑھ جائیں اور لوگوں کو نماز کیلئے اشارہ کر کے بلائیں (عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک شخص دو سبز کپڑے پہنا ہوا مسجد کے حصار کی دیوار پر کھڑا ہوا کہہ رہا ہے،''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ. اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ. اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ. اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ. اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ .حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ .حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ .حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ .حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ. اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ''۔(کچھ دیر کے بعد وہ شخص) پھر کھڑا ہوا اور کہا (نماز کیلئے تکبیر میں بھی''قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ. قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ'' کے اضافہ کے ساتھ) وہ الفاظ کہو (جو اذان میں کہے گئے ہیں، یہ کہہ کر تکبیر اس طرح کہنے لگا:''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ. اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ. اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ. اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ. اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ .حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ. حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ .حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ .حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ . قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ. قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ .اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ .''(عبداللہ بن زید کہتے ہیں کہ) میں نے اپنا خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور اس کو بلال

(رضی اللہ عنہ) کوسکھادو، میں ایسا ہی کیا، (چونکہ یہ نئی چیز تھی اس لئے) لوگ (یہ سن کر دوڑتے ہوئے آئے اور وہ نہیں جانتے تھے کہ (یہ کیا ہے) یہاں تک کہ بلال رضی اللہ عنہ اذان سے فارغ ہوگئے ۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے اور کہا کہ اگر اس خواب کے بیان کرنے میں عبداللہ بن زید (رضی اللہ عنہ) سبقت نہ کرتے تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیتا کہ مجھے بھی ایسا ہی خواب دکھائی دیا جو عبداللہ ابن زید رضی اللہ عنہ کو دکھائی دیا۔ (اس کی روایت ابوالشیخ نے کی ہے اور ابن ماجہ ابوداؤد اور امام احمد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور ترمذی اور ابن خزیمہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور ترمذی نے بخاری سے اس کو علل میں نقل کیا ہے ۔)

اذان اور اقامت مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر دوسری حدیث

3/972- ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ صحابہ میں سے جو ہمارے اساتذہ تھے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں کی نماز ایک جا باجماعت ادا ہوا کرے، یہاں تک کہ میں نے ارادہ کیا کہ چند لوگوں کو گھروں پر بھیج دوں کہ وہ نماز کیلئے بلالیا کریں، اور میں نے یہ بھی ارادہ کیا کہ چند لوگوں کو حکم دو ں کہ وہ ٹیلوں پر کھڑے ہوکر مسلمانوں کو نماز کے وقت جمع ہوجانے کی اطلاع دیں، راوی نے کہا کہ ایک انصاری حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مسلمانوں کو نماز کیلئے جمع کرنے کے بارے میں متفکر ہیں تو گھر لوٹا۔ خواب میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سبز کپڑے پہنے ہوئے ہے اور وہ مسجد کے اوپر کھڑا ہوا ہے اُس نے اذان دی اور تھوڑی دیر بیٹھ گیا پھر کھڑا ہوا (اور تکبیر کیلئے) اذان کی طرح وہی الفاظ کہے مگر یہ کہ اس نے ’’ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ. قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ‘‘ کا اضافہ کیا اور مذکورہ حدیث آخر تک بیان کی ۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے ۔)

اذان مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر تیسری حدیث

4/973- یحیٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا تھا کہ دولکڑیاں تیار کروائیں ایک کو دوسرے پر ماریں تا کہ اس کی آواز سن کر لوگ نماز کیلئے جمع ہوسکیں، عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو دولکڑیاں خواب میں دکھائی دیں انہوں نے دل میں کہا کہ یہ وہی دولکڑیاں معلوم ہوتی ہیں جن کے بنوانے کا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے خواب میں کہا گیا کہ کیوں آپ لوگ نماز کیلئے اذان نہیں دیتے؟ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ جب بیدار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دینے کا حکم فرمادیا۔ (اس کی روایت امام مالک نے مؤطاء میں کی ہے۔)

اذان مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر چوتھی حدیث

5/974- ابوعمیر بن انس رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک انصاری چچا سے روایت کی ہے کہ ان کے چچا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فکر کر رہے تھے کہ لوگوں کو نماز کیلئے کس طرح جمع کیا جائے؟ آپ سے عرض کیا گیا کہ نماز کے وقت ایک جھنڈا قائم کردیں، جب لوگ اس کو دیکھیں گے تو ایک دوسرے کو آگاہ کردیں گے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہ آیا، راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ سے سینگھ بجا کر (نماز کیلئے) بلانے کا ذکر کیا گیا، آپ نے اس کو بھی پسند نہ کیا اور فرمایا کہ یہ یہود کا طریقہ ہے، راوی نے کہا کہ پھر آپ سے ناقوس کا ذکر کیا گیا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ نصاریٰ کا شعار ہے، اس کے بعد عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ گھر واپس ہوگئے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر کی وجہ سے خود بھی متفکر تھے تو ان کو خواب میں اذان سکھائی گئی راوی کہتے ہیں صبح کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ سے خواب بیان کیا اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم میں کچھ نینداور کچھ بیداری میں تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے مجھے اذان سکھائی راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی بیس روز پہلے اسی طرح خواب دیکھا تھا اور اسے چھپائے ہوئے تھے، پھر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اب اس کا ذکر کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ تم نے مجھے اپنے خواب کی اطلاع کیوں نہیں دی؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ مجھ سے پہلے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ذکر کردیا تھا اس لئے مجھے شرم معلوم ہوئی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بلال اٹھو اور عبداللہ بن زید تم کو جو سکھائیں اُس پر عمل کرو! تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی۔ابوبشر راوی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابوعمیر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ انصار کا یہ خیال تھا کہ اس روز عبداللہ بن زید بیمار نہ ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بجائے بلال رضی اللہ عنہ کے) ان کو مؤذن مقرر فرماتے۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

اذان اور اقامت مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر پانچویں حدیث

6/975- علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ ابن بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذرے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین دیکھا ان انصاری کی عادت یہ تھی کہ جب وہ کھانا کھاتے تو ان کے ساتھ (شام کے کھانے پر) اور لوگ بھی جمع ہو جاتے تھے (اس روز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین دیکھ کر وہ غمزدہ ہوئے اور واپس چلے گئے اور کھانا چھوڑ دیا اور جو اجتماع ان کے پاس ہوتا تھا وہ بھی نہ ہوا اور وہ (اپنے محلّہ کی) مسجد میں جا کر نماز پڑھنے لگ گئے ان کو اسی حالت میں اونگھ آ گئی، خواب میں ایک شخص آیا اور ان سے کہا کہ کیا تم جانتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں غمگین ہوئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں! اس شخص نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذان کے بارے میں غمگیں ہوئے ہیں تو تم خدمت اقدس میں جاؤ اور عرض کردو کہ بلال کو حکم دیں کہ وہ اذان دیں اور اس شخص نے ان انصاری

کو یہ اذان سکھادی، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ .حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة. حَيّ عَلَى الصَّلٰوة .حَيَّ عَلَى الْفَلَاحُ .حَيَّ عَلَى الْفَلَاحُ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، پھر ان کو اس شخص نے اذان کے یہی الفاظ تکبیر کیلئے بھی سکھائے اور آخر میں ''قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوة قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوة. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہا اور اذان واقامت کے الفاظ وہی تھے جواب لوگوں کی اذان واقامت کے الفاظ ہوتے ہیں، وہ انصاری آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر بیٹھ گئے اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے ان انصاری نے آپ سے عرض کیا کہ میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کر لیجئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی یہی خواب دیکھ کر آئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان فرمایا، پھر ان انصاری نے اجازت طلب کی اور خدمت اقدس میں پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خواب سنایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح کا خواب مجھ کو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے سنایا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا کہ اسی طرح اذان دیں۔ (اس کی روایت ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اور طبرانی نے بھی اوسط میں اپنی سند سے اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے۔

7/976- اور ابن ابی شیبہ اور سعید بن منصور کی روایت میں ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اقامت اس طرح ہے ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ .حَيَّ عَلَى الصَّلٰو ة. حَيّ عَلَى الصَّلٰوة .حَيَّ عَلَى الْفَلَاحُ .حَيَّ عَلَى الْفَلَاحُ. قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوة قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوة .اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ‘‘۔

اذان اوراقامت مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پرچھٹی حدیث

8/977- عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے ہم کو حدیث سنائی ہے کہ عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اورعرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص دیوار پرکھڑا ہے اوردوسبز چادروں میں ہے اوراس شخص نے اذان کے الفاظ کودودو باراداکیااوراقامت کے الفاظ بھی دودومرتبہ کہااوربیٹھ گیا، اس شخص کی اذان اوراقامت کوبلال رضی اللہ عنہ سن کرکھڑے ہوئے اورانہوں نے بھی اذان کے الفاظ کودودو باراداکیااوراقامت کے الفاظ بھی دودومرتبہ کہااوربیٹھ گیا۔(اس کی روایت ابن ابی شیبہ اورابوشیخ نے کی ہے۔)

9/978- اوربیہقی نے اپنی سنن میں دکیع رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے اورالامام میں کہاہے کہ اس حدیث کے رجال صحیح کے رجال ہیں اوریہ حدیث محدثین کے مذہب کی بناء پرصحابہ کے عادل ہونے کی وجہ سے متصل السند ہے اوران کے ناموں کامعلوم نہ ہونامضرنہیں ہے۔)

ف: اس حدیث میں اذان اوراقامت کے بعد بیٹھنے کاجوذکر ہےاس سے اس بات کااشارہ مقصود ہے کہ اذان اوراقامت ختم ہوگئی، نیز اذان اوراقامت کے بعد بیٹھنے سے یہ وضاحت بھی مقصود ہے کہ اذان اوراقامت کھڑے ہوکرکہنامستحب ہے چنانچہ تنویرالابصار میں لکھاہے کہ بیٹھے ہوئے اذان اوراقامت کہنامکروہ ہے۔12

اذان مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پرساتویں حدیث

10/979- عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایاتھاکہ(لوگوں کونماز کیلئے سینگھ بجاکرجمع کیاجائے)اورناقوس خریدنے کا بھی حکم دےدیاتھاعبداللہ بن زید کہتے ہیں کہ یہ سن کرمیں غمگین تھاکہ مجھے ایک خواب دکھائی دیاجس

میں میں نے ایک شخص کو دیکھا جو دوسبز چادروں میں ہے اور ناقوس لیا ہوا ہے، میں نے اس شخص سے کہا اے بندۂ خدا کیا ناقوس کو بیچو گے؟ اس شخص نے کہا کہ تم اس کو کیا کروگے؟ میں نے جواب دیا کہ میں اس سے لوگوں کو نماز کے لئے بلاؤں گا، اس شخص نے کہا کہ کیا میں تم کو اس سے بہتر چیز نہ بتلاؤں؟ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے؟ اس شخص نے کہا کہ (نماز کیلئے) یہ کہہ کر بلایا کرو ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةُ. حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةُ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحُ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحُ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔'' عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا خواب بیان کیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک شخص کو خواب میں دوسبز کپڑے میں دیکھا اور پورا خواب سنایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تمہارے دوست نے ایک خواب دیکھا ہے (پھر ان سے یہ فرمایا کہ تم) بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کو جاؤ اور ان کو اذان کے الفاظ سکھادو، اور بلال رضی اللہ عنہ اذان دیں، اس لئے کہ بلال تم سے زیادہ بلند آواز والے ہیں، عبداللہ ابن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کو گیا اور میں ان کو اذان کے الفاظ سکھاتا گیا اور بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے گئے، عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اذان کی آواز سنائی دی تو مسجد کو تشریف لائے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیشک میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے جس طرح انہوں نے دیکھا ہے۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

اذان کی مشروعیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی سے

11/980- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو معراج میں آسمان کی سیر کرائی گئی تو اس وقت آپ پر اذان (کے الفاظ) کی وحی آئی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج ہی سے اذان کے الفاظ لے کر اترے اور آپ کو اذان جبرئیل علیہ السلام نے سکھائی۔ (اس کی روایت طبرانی نے اوسط میں کی ہے۔)

ف: ہمارے علماء نے کہا ہے کہ طبرانی کی اس روایت میں جس معراج کا ذکر آیا ہے وہ مشہور معراج نہیں، یہ معراج جس میں اذان کے الفاظ سکھائے گئے ہیں جسمانی نہیں بلکہ روحانی تھی، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی معراج ایک ہی ہوئی ہے، البتہ روحانی معراج متعدد ہوئے ہیں، یا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب تھا، جو معراج کے حکم میں ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے اور یہ خواب بھی ایک روحانی معراج تھی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کے الفاظ سکھائے گئے، صحابہ رضی اللہ عنہم کو پہلے خواب میں اذان سکھائی گئی اور بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اذان کے بارے میں وحی کی گئی، اس سے مقصود یہ تھا کہ اذان کے بارے میں اس موافقت کی وجہ سے صحابہ کرام کو خوشی حاصل ہو اور یہ ان سے منقول ہو ورنہ درحقیقت اذان کا حکم ایک شرعی حکم ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کے سوا دوسروں کے خواب سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ 12

وحی سے اذان کی مشروعیت پر دوسری حدیث

12/981- عبید بن عمر لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اذان کے بارے میں خواب دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خواب بیان کرنے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ (میرے خواب دیکھنے سے پہلے) وحی آچکی ہے چنانچہ آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے خواب سے پہلے اذان کے بارے میں وحی آچکی ہے۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے مراسیل میں کی ہے اور عبدالرزاق نے بھی اپنی مصنف میں اس کی روایت کی ہے۔)

تکبیر اذان کی طرح ہونے کا ثبوت

13/982- اسود بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابومحذورہ

رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تکبیر کہا کرتے تھے، اوراس کو کس طرح ختم کرتے تھے؟ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں تکبیر کے الفاظ دو دو دفعہ اذان کی طرح کہا کرتا تھا اور تکبیر لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه پر ختم کرتا تھا۔(اس کی روایت ابوشیخ نے کی ہے۔)

اذان میں ترجیع نہ ہونے کا ثبوت

امام ابن الہمام نے کہا ہے کہ

14/983- طبرانی نے الاوسط میں ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذان کے ایک ایک کلمہ کو ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' سے شروع فرما کر آخر تک سکھائے ہیں اوراس میں ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے ترجیع کا ذکر نہیں کیا ہے۔

ف: ترجیع یہ ہے کہ ''اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کو پست آواز سے ادا کرے پھراس کے بعد یہی الفاظ ''اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کو بلند آواز سے کہے ترجیع اسی کو کہتے ہیں اور یہ ترجیع احناف کے پاس جائز نہیں ہے جس کی تائید ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے اوراسی طرح حضرت بلال اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کی اذان سے بھی ترجیع ثابت نہیں۔(شرح وقایہ، عمدۃ الرعایۃ، ہدایہ اورمرقات۔)

تکبیر اور اذان کے الفاظ دو دو ہونے کا ثبوت

15/984- عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے عہد مبارک میں) اذان اوراقامت کے الفاظ دو دو تھے۔(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

تکبیر اوراذان کے الفاظ دودو ہونے کے ثبوت پر دوسری حدیث

16/985- عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت کے الفاظ دودو ادا کرتے تھے ۔(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

تکبیر اوراذان کے الفاظ دودو ہونے کے ثبوت پر تیسری حدیث

17/986- عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان اور اقامت کے الفاظ دودو ہوتے تھے۔(اس کی روایت ابوالشیخ نے کی ہے۔)

تکبیر اوراذان کے الفاظ دودو ہونے کے ثبوت پر چوتھی حدیث

18/987- اسود رضی اللہ عنہ بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ اذان کے الفاظ کو دودو مرتبہ ادا کرتے تھے اور اقامت کے الفاظ کو بھی دودو دفعہ ادا کرتے تھے۔(اس کی روایت طحاوی، عبدالرزاق اور دارقطنی نے کی ہے۔)

تکبیر اوراذان کے الفاظ دودو ہونے کے ثبوت پر پانچویں حدیث

19/988- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ثوبان رضی اللہ عنہ اذان کے کلمے دودو بار ادا کرتے تھے اور اقامت کے کلمے بھی دودو دفعہ کہتے تھے۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

تکبیر اوراذان کے الفاظ دودو ہونے کے ثبوت پر چھٹی حدیث

20/989- عبدالعزیز بن رفیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو

محذورہ رضی اللہ عنہ کواذان دیتے ہوئے سنا ہے کہ وہ اذان کے الفاظ کو دودو دفعہ کہتے تھے اور اقامت کے الفاظ بھی دودو دفعہ ادا کرتے تھے۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

تکبیر کے سترہ کلمات ہونے کا ثبوت

21/990- مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن محیریز رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت کے سترہ کلمے سکھائے ہیں۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

تکبیر کے الفاظ ایک ایک کردیئے جانے کی وجہ

22/991- مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے اقامت کے بارے میں کہا ہے کہ اقامت کے الفاظ کو جوایک ایک دفعہ کہتے ہیں یہ ایسی چیز ہے جس کوامراء نے اپنی آسانی کیلئے جاری کردیا ہے،(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

ف:امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں وضاحت کی ہے کہ ابوالفرح کا قول ہے کہ اقامت کے الفاظ دودو مرتبہ کہے جاتے تھے لیکن جب بنواُمیہ کی حکومت آئی تو ان لوگوں نے اقامت کے الفاظ کوایک ایک مرتبہ جاری کردیا۔

23/992- چنانچہ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ ان بادشاہوں کی حکومت آنے تک اقامت بھی اذان کی طرح تھی لیکن جب یہ بادشاہ نماز کیلئے نکلتے تو نماز جلد شروع کرنے کی غرض سے اقامت کے الفاظ کوایک ایک دفعہ کردیا۔(زیلعی کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

فجر کی اذان میں ''الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم'' کے اضافہ کا بیان

24/993- بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ صبح صادق کی اطلاع دینے کے واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوسویا ہوا پائے ،انہوں نے دو دفعہ ''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمُ'' (نماز نیند سے بہتر ہے) پکارا، یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ اے بلال (رضی اللہ عنہ) تمہارے یہ الفاظ بہت اچھے ہیں تم ''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمُ'' کو صبح کی اذان میں کہا کرو۔ (اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

فجر کی اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کہنے کا ثبوت

25/994- ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان دیا کرتا تھا اور فجر کی اذان میں ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ'' کے بعد ''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمُ، الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ. لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہا کرتا تھا ۔(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

فجر کی اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کہنا سنت ہے

26/995- ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ یہ سنت ہے کہ مؤذن اذان فجر میں ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ'' (کے بعد) ''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمُ'' کہے۔ (اس کی روایت بیہقی اور ابن خزیمہ نے کی ہے۔)

تثویب، یعنی اذان اور اقامت کے درمیان نماز کیلئے بلانے کا ثبوت

27/996- ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز صبح کیلئے، نکلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کسی کے پاس سے گذرتے گئے تو اس کو ''اَلصَّلٰوۃُ'' کہہ کر آواز دیتے گئے یا قدم مبارک سے ہلا کر جگاتے گئے۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے تثویب کی مشروعیت معلوم ہوتی ہے، چنانچہ نقایہ میں لکھا ہے کہ تثویب یہ ہے کہ ہر شہر والوں کے عرف کے موافق جو بھی لفظ مقرر کیا جائے اس کے ذریعہ سے اذان اور

اقامت کے درمیان نماز کا اعلان کیا جائے اس لئے تثویب ہر نماز میں ہمارے پاس مستحب ہے کیونکہ امور دینیہ کی ادائی میں لوگوں میں سستی پیدا ہوچکی ہے البتہ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ نے تثویب کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے۔12

اذان اور تکبیر کے احکام

28/997- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال (رضی اللہ عنہ) سے ارشاد فرمایا کہ جب تم اذان دیا کروتو اذان کے کلمات کو ٹھہر ٹھہر کر جدا جدا کہا کرو اور جب اقامت کہا کروتو اقامت کے الفاظ کو جلد جلد ادا کیا کرو اور اذان و اقامت کے درمیان اتنا وقفہ دیا کرو کہ کھانا کھانے والا کھانے سے اور پانی پینے والا پانی پینے سے فارغ ہوجائے اور جو قضاء حاجت کو گیا ہو اس سے فارغ ہوکر آسکے اور جب تک تم مجھے دیکھ نہ لو اس وقت تک نماز کیلئے کھڑے نہ ہوا کرو۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

29/998- اور ابن ابی شیبہ نے حماد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے جب مؤذن ''قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃُ'' کہے اور امام (تکبیر تحریمہ کیلئے) ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہے۔

ف: اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک تم مجھے دیکھ نہ لو نماز کیلئے کھڑے نہ ہوا کرو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرۂ مبارک سے مؤذن کی اقامت شروع کردینے کے بعد نکلتے تھے اور مؤذن جب ''حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ'' کہتا تو آپ مسجد کے محراب میں آجاتے، اسی لئے ہمارے ائمہ نے کہا ہے کہ امام اور مقتدی سب ''حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ'' کے وقت کھڑے ہوجائیں اور امام ''قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃُ'' کے وقت نماز شروع کردے۔ یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے اور امام ابویوسف رحمہٗ اللہ نے کہا ہے کہ اقامت سے فراغت کے بعد نماز شروع کی جائے۔ خلاصہ لکھا ہے کہ فتویٰ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر ہے اس لئے ''قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃ'' پر نماز شروع کی جائے۔

واضح ہو کہ نماز شروع کرنے کے بارے میں ہمارے ائمہ کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کا تعلق

استحباب سے ہے کہ ’’قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃ‘‘ کے وقت نماز شروع کرنا مستحب ہے یا اقامت سے فارغ ہونے کے بعد نماز کا شروع کرنا مستحب ہے؟ ورنہ مؤذن کے اقامت سے فارغ ہونے کے بعد نماز کا شروع کرنا سب کے پاس بالاتفاق جائز ہے۔ چنانچہ خزانہ میں مذکور ہے کہ اگر امام نے نماز شروع نہیں کی یہاں تک کہ مؤذن اقامت سے فارغ ہوگیا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہاں خزانہ کی عبارت ختم ہوئی)اور جمہور کا اتفاق امام ابو یوسف رحمہٗ اللہ کے قول پر ہے کہ مؤذن کے اقامت سے فارغ ہونے کے بعد نماز شروع کی جائے، کیوں کہ اس صورت میں مؤذن کو بھی نماز امام کے ساتھ ابتداء ہی سے مل جاتی ہے اور اسی پر اہل حرمین کا عمل ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

البتہ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ امام نماز شروع کرنے میں اتنی تاخیر کرے کہ مؤذن اقامت سے فارغ ہو جائے اور صفیں درست کرلی جائیں (ماخوذ از مرقاۃ وشرح نقایہ۔)

جو اذان دے اسی کا اقامت کہنا افضل ہے ضروری نہیں ہے

30/999- زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں فجر کی اذان کہوں میں نے اذان کہی بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنے کا اردہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صدائی قبیلہ والے نے اذان دی ہے اور جو اذان دے وہی اقامت کہے۔ اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ جو اذان دے وہی اقامت کہے، اِس بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر اذان دینے والے کی رضامندی سے دوسرا شخص اقامت کہے تو یہ مکروہ نہیں ہے اور امام مالک رحمہٗ اللہ کا بھی یہی قول ہے، البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اذان دینے والے کے سوا اگر دوسرا اقامت کہے تو اس کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے لیکن اذان دینے والا حاضر نہ ہو تو متفقہ طور پر کسی امام کے پاس بھی دوسرے کا اقامت کہنا مکروہ نہیں ہے، ہمارے پاس بھی افضل یہی ہے کہ اذان دینے والا ہی اقامت کہے، علاوہ ازیں اذان دینے والے کے سوا دوسرے کی اقامت جو ہمارے پاس جائز ہے، اس کی تائید میں ذیل کی حدیثیں ملاحظہ کیجئے۔ (ردالمحتار، شرح وقایہ۔)

ایک اذان دے تو اس کی رضامندی سے دوسرے کی تکبیر کہنے کا ثبوت

31/1000- محمد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے چچا عبداللہ ابن زید رضی اللہ عنہ سے روایت

کرتے ہیں کہ عبداللہ ابن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کی بجائے کئی چیزوں کے انتظام کا ارادہ فرمایا تھا مگر ابھی کوئی چیز طے نہیں پائی تھی، راوی نے کہا کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اذان کے بارے میں خواب دکھائی دیا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خواب سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم بلال (رضی اللہ عنہ) کو اذان سکھاتے جاؤ تو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ، بلال رضی اللہ عنہ کو اذان سکھاتے گئے اور بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے گئے، عبداللہ بن زیدؓ نے عرض کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے اور میں ہی اذان دینا چاہتا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اذان تو بلال رضی اللہ عنہ کو دینے دو) اور تم اقامت کہو۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور سکوت اختیار کیا ہے اور ابوداؤد کا سکوت حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اور ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے اور حازمی نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔)

ایک اذان دے تو اس کی رضامندی سے دوسرا تکبیر کہے اس کے ثبوت پر

دوسری حدیث

32/1001- عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہم سے روایت ہے، اور وہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اذان کے بارے میں خواب دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے اذان دی اس کے بعد عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اقامت کہی۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

اذان کے وقت کلمے کی انگلیاں کانوں میں رکھنا سنت ہے

33/1002- عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد سعد بن عمار اپنے دادا سعد رضی

اللہ عنہ سے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان دیتے وقت اپنے دونوں کانوں میں اپنی دونوں انگلیاں رکھا کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کانوں میں انگلیوں کا رکھنا تمہاری بلند آوازی کا باعث ہوگا۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ دو انگلیوں سے مراد کلمہ کی دو انگلیاں ہیں جن کو اذان کے وقت کان میں رکھنے کا حکم ہے۔12

بلند مقام پر اذان دیا کرنے کا اور صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد فجر کی اذان کہنے کا ثبوت

34/1003- عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، اور وہ بنی النجار کی ایک خاتون سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں کہ میرا گھر مسجد کے اطراف کے گھروں میں سب سے زیادہ بلند تھا بلال رضی اللہ عنہ اس گھر پر چڑھ کر فجر کی اذان دیا کرتے تھے اور وہ آخری شب میں آجاتے اور گھر کی چھت پر بیٹھ کر صبح صادق کے طلوع ہونے کو دیکھتے رہتے اور جب صبح صادق کو دیکھتے تو انگڑائی لیتے پھر یہ دعا مانگتے ''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَحْمَدُکَ وَاسْتَعِیْنُکَ عَلٰی قُرَیْشٍ اَنْ یُّقِیْمُوْا دِیْنَکَ'' (اے اللہ میں تیری حمد بیان کرتا ہوں اور قریش کیلئے تیری مدد مانگتا ہوں کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں) وہ کہتی ہیں کہ پھر وہ اذان دیتے، وہ یہ بھی کہتی ہیں کہ خدا کی قسم مجھے یاد نہیں پڑتا کہ بلال رضی اللہ عنہ نے کسی ایک شب میں بھی یہ دعا نہ پڑھی ہو۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے، اور ابوداؤد نے کہا ہے کہ اس حدیث سے منارہ پر اذان دینے کا ثبوت ملتا ہے۔ (اور اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔)

اذان دینے اور امامت کرنے کے مستحق کون ہیں

35/1004- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری اذان وہ لوگ دیا کریں جو تم میں نہایت نیک ہوں اور تمہاری امامت وہ کریں جو سب سے زیادہ علم والے ہیں۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

باوضوء اور کھڑے ہوکر اذان کہنا مستحب ہے

36/1005- وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اذان کیلئے افضل اور سنت یہ ہے کہ باوضوء شخص ہی اذان دے اور یہ کہ اذان دینے والا کھڑا ہوکر ہی اذان کہے۔(اس کی روایت ابوالشیخ نے کی ہے۔)

باوضوء اذان کہنا مستحب ہے

37/1006- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باوضوء شخص ہی اذان دیا کرے۔(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اوراس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔)

ف: ہمارے علماء کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ باوضوء شخص کا اذان دینا مستحب ہے اور اذان کیلئے وضو ضروری نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب قرآن کو جو عظمت میں اذان سے زیادہ ہے بغیر ہاتھ لگائے ہوئے بغیر وضوء پڑھ سکتے ہیں تو اذان جو عظمت میں قرآن سے کم ہے بغیر وضوء اذان دینا کس طرح ناجائز ہوگا، اس لئے جن روایتوں سے باوضوء اذان دینا ثابت ہوتا ہے ان سے اذان باوضوء دینا مستحب قرار پائے گا ،(اس کی تائید ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کی آنے والی روایت سے ہوتی ہے۔)(یہ تعلیق اعلاء السنن میں مذکور ہے۔)

بغیر وضوء اذان دینا جائز ہے

38/1007- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اگر مؤذن بلا وضوء اذان دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔اس کی روایت امام محمد نے کتاب الآثار میں کی ہے،) اور امام محمد نے کہا ہے کہ ہم ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کے اس قول کو اختیار کرتے ہیں اور بلا وضوء اذان

دینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے البتہ ہم جُنُبی کے اذان دینے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

اذان اور اقامت کے کلمات کے آخرِ حرف کو ساکن پڑھنا

39/1008- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اذان جزم ہے اور تکبیر جزم ہے اور سلام جزم ہے اور قرآن جزم ہے (یعنی اذان کے جملہ کے آخر کو سکون سے پڑھے اور تکبیر میں بھی اسی طرح اور سلام میں بھی اسی طرح آخر کلمہ کو سکون سے پڑھے اور قرآن میں بھی جہاں آیت ختم ہوتی ہے وہاں وقف کر کے پڑھے۔) (اس کی روایت سعید بن منصور نے کی ہے۔)

اذان کے بعد مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلے جانا منع ہے

40/1009- ابوالشعثاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم مسجد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں مؤذن نے اذان دی ایک شخص مسجد سے اٹھ کر جانے لگا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کو دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ شخص مسجد سے باہر ہو گیا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص نے حضور ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے (اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ مسجد میں اذان سننے کے بعد بغیر نماز پڑھے مسجد سے جانا نہیں چاہئے، اور اس نے ایسا نہیں کیا ہے، اس لئے یہ نافرمانی ہے۔) (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور مسلم، نسائی اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

اذان کے بعد مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلے جانے کی وعید

41/1010- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مسجد کے اندر ہے اور اذان ہوئی پھر وہ شخص مسجد سے نکل گیا اور کسی ضروری کام کیلئے نہیں نکلا اور وہ دوبارہ مسجد میں واپس ہونے کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو وہ منافق ہے۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

(5/24)بَابُ فَضْلِ الْاَذَانِ وَ اَفْضَلِيَّةِ الْاِمَامَةِ وَاِجَابَةِ الْمُؤَذِّنِ

(یہ باب اذان کی فضیلت اورامام کے مؤذن پر افضل ہونے اور مؤذن کے کلمات کا جواب دینے کے بیان میں)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ: "وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا"۔اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورہ حٰمٓ السجدہ پ 24 ع 5 میں) اوراس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو (لوگوں کو) خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے۔

مؤذن کی ذمہ داریوں کا بیان

1/1011- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کے دو چیزوں کی ذمہ داری مؤذن کی گردن پر ہے (1) ایک تو مسلمانوں کے روزوں کی ذمہ داری اور (2) دوسرے مسلمانوں کے نمازوں کی ذمہ داری (اس لئے مؤذن کو چاہئے کہ صحیح وقت اذان دے تاکہ نماز اور روزوں میں خلل نہ ہو۔) (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

اذان دینے والے کی فضیلت

2/1012- معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اذان دینے والے قیامت کے دن سب سے زیادہ دراز گردن (یعنی شاندار) ہوں گے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

اذان کی فضیلت اوراس سے شیطان کا بھاگنا

3/1013- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب نماز کیلئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان اذان نہ سننے کی غرض سے گوز مارتے ہوئے یعنی ہوا چھوڑتے ہوئے پشت پھیر کر بھاگتا ہے اور جب اذان ختم ہوجاتی ہے تو واپس آتا ہے اور جب نماز کیلئے اقامت ہوتی ہے تو پھر بھاگتا ہے اور جب اقامت ختم ہوجاتی ہے تو پھر واپس آکر نمازی کے دل میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کرو، اور فلاں بات یاد کرو اور وہ وہ باتیں یاد دلاتا رہتا ہے جو اسے پہلے یاد نہ تھیں، بالآخر آدمی بھول جاتا ہے کہ اس نے کتنی نماز پڑھی۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

اذان کی فضیلت اوراس سے شیطان کے بھاگنے پر دوسری حدیث

4/1014- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب شیطان نماز کی اذان سنتا ہے تو وہ بھاگتا ہوا روحا تک چلا جاتا ہے راوی کہتے ہیں کہ روحا مدینہ منورہ سے چھتیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

اذان دینے والے کی فضیلت پر دوسری حدیث

5/1015- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے خواہ جن ہو یا انسان یا کوئی اور چیز مؤذن کی اذان سنی ہو تو یہ سب قیامت کے دن مؤذن کیلئے گواہی دیں گے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

بلند آواز سے اذان دینے والے اور باجماعت نماز پڑھنے والے کی فضیلت

6/1016- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جتنی دور تک مؤذن کے اذان کی آواز پہنچتی ہے اتنی ہی اس کی بخشش ہوتی ہے (یعنی اگر گناہوں کا جسم فرض کیا جائے اور اتنے گناہ ہوں کہ جہاں تک آواز پہنچتی ہے اتنے حصے میں وہ بھر جاتے ہیں تو سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اس لئے مؤذن کو چاہئے کہ بہ آواز بلند اپنی پوری قوت کے ساتھ اذان دیا کرے) اور مؤذن کے لئے ہر تر اور خشک شئے گواہی دے گی اور نماز باجماعت ادا کرنے والے کیلئے پچیس نمازوں کا ثواب لکھا جاتا ہے اور باجماعت نماز ادا کرنے والے کی دو باجماعت ادا کئے جانے والی نمازوں کے درمیانی اوقات کے گناہ بھی بخش دیئے جاتے ہیں۔ (اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے اور نسائی نے ہر تر اور خشک کے ذکر تک روایت کرنے کے بعد ’’وَلَهُ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ صَلّٰى (یعنی مؤذن کو سب نمازیوں کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا) کا اضافہ کیا ہے۔

اخلاص کے ساتھ بغیر دکھاوے کے اذان دینے والے کی فضیلت

7/1017- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سات برس تک بغیر دکھاوے کے اللہ کی رضا جوئی اور ثواب کیلئے اذان دیتا رہا تو اس کیلئے جہنم کی آگ سے برأت یعنی نجات لکھ دی جاتی ہے۔ (اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

اذان اور اقامت کہنے والے کی فضیلت

8/1018- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بارہ برس تک اذان دیتا رہا تو اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے، اور اذان

دینے کی وجہ سے اس کیلئے روزانہ ہر اذان پر ساٹھ نیکیاں اور اقامت کہنے کی وجہ سے ہر اقامت پر تیس (30) نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

قیامت کے دن تین شخص مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے

9/1019- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی قیامت کے دن مشک کے ٹیلوں پر رہیں گے (1) ایک وہ غلام جس نے اللہ کا حق ادا کیا اور اپنے مالک کا بھی حق ادا کیا اور (2) دوسرا وہ شخص جو لوگوں کی امامت کرتا رہا اور لوگ اس سے خوش رہے، اور (3) تیسرا وہ شخص جو دن رات پانچوں نمازوں کی اذان دیتا رہا۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

اذان کی فضیلت

10/1020- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان دینے میں کیا فضیلت ہے تو (ہر شخص اذان دینا چاہتا اس لئے) اذان دینے کیلئے تلواریں لے کر لڑ پڑتے۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

دارالکفر میں اذان کی آواز سنائی دے تو حملہ کرنا جائز نہیں

11/1021- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جس کسی قوم پر حملہ کرتے تو) صبح صادق طلوع ہونے کے بعد حملہ کیا کرتے اور اذان کی طرف کان لگائے منتظر رہتے اگر وہاں سے اذان سنائی دیتی تو رک جاتے ورنہ (اس بستی پر) حملہ کر دیتے تھے، ایک بار کسی شخص کے یہ الفاظ سنے ”اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ“ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عَلَی الْفِطْرَۃِ“ یہ اسلام پر ہے (کیوں کہ مسلمان ہی اذان کہتے ہیں) پھر اس شخص نے ”اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ“ کہا (یعنی میں گواہ ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے) کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ (توحید کے اقرار سے) تم جہنم کی آگ سے نکل گئے ہو، صحابہ نے دیکھا تو وہ شخص بکریاں چرانے والا تھا۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

امام کے افضل ہونے کا بیان

12/1022- عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو انصار نے کہا کہ ہم میں سے ایک امیر ہو اور آپ (مہاجرین) میں سے ایک امیر ہو تو ان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے اور کہا کہ کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو (اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ) وہ کون شخص ہے (جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے) ان سے سبقت کرنے کو پسند کرتا ہے، سب نے بیک زبان کہا کہ ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سبقت کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

ف(1): امام ابن الہمام رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ہمارے پاس اذان دینے سے امامت کرنا افضل ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کرنے پر مداومت فرمائی ہے اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے بھی امامت کرنے کی ہمیشہ پابندی کی ہے۔

ف(2): واضح ہو کہ ہمارے پاس اذان دینے سے امامت کرنا افضل ہے، اس کے برخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس امامت سے اذان دینا افضل ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اذان کی فضیلت پر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ حدیث یہ ہے کہ ''اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ . اَللّٰھُمَّ اَرْشِدِ الْاَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِیْنَ'' امام ضامن ہے۔ (کہ مقتدیوں کی نماز کی صحت امام کی صحت نماز پر منحصر ہے) اور مؤذن امانت دار ہے۔ (کہ لوگ نمازوں کے پڑھنے اور روزوں کے افطار میں مؤذن پر اعتماد کرتے ہیں) اے اللہ اماموں کو علم وعمل کی ہدایت فرما اور مؤذنوں کو بخش دے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث سے استدلال یہ ہے کہ امین کی حالت ضامن کی حالت سے افضل ہوتی ہے، اس لئے امام پر مؤذن کو فضیلت حاصل ہے، لیکن اس حدیث کے بارے میں اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے

کہ اس حدیث سے امام اور مؤذن میں کسی کی افضلیت ظاہر کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کے حال کو بیان فرما کر ہر دو کیلئے دعائے خیر فرمائی ہے۔ (اشعۃ اللمعات کی عبارت ختم ہوئی) اگر اس حدیث سے کسی ایک کی فضیلت ظاہر کرنا مقصود ہے تو درحقیقت امام ہی کی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ مؤذن تو صرف اوقات نماز پر امین ہے حالانکہ امام ارکان نماز کا ضامن ہوتا ہے، نیز امام بوقت دعاء مقتدیوں اور پروردگار کے درمیان سفارت اور واسطہ کا کام دیتا ہے، یہ کہاں اور وہ کہاں؟ امام افضل کیوں نہ ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے اور مؤذن بلال رضی اللہ عنہ کا جانشین ہے، اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ امام اور مؤذن میں افضل کون ہے؟ علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اماموں کیلئے راہِ حق پر قائم رہنے کی دعا فرمائی ہے اور مؤذنین کیلئے مغفرت کی دعا فرمائی ہے، واضح ہو کہ راہِ حق پر قائم رہنے کی دعا مغفرت کی دعا سے اعلیٰ وارفع ہے کیوں کہ مغفرت کا تقاضہ یہ ہے کہ کچھ گناہ سرزد ہوئے ہیں اور ان کی بخشش کی دعا کی جارہی ہے اس کے برخلاف راہِ حق پر قائم رہنے کا تقاضہ مقصد کو پالینا ہے۔ (یہ مرقات میں مذکور ہے۔)

امامت کے افضل ہونے کی تائید میں اور حدیثیں ہیں جو ذیل میں آرہی ہیں:۔

امام کے افضل ہونے پر دوسری حدیث

13/1023- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں تمام لوگوں میں افضل امام ہے اور امام کے بعد مؤذن ہے اور ان دونوں کے بعد وہ شخص ہے جو امام کی سیدھی جانب ہو، (اس کی روایت دیلمی نے اپنی مسند میں کی ہے،)

امامت کے مستحق کون ہیں؟

14/1024- مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت ہوجائے تو تم میں سے کوئی شخص اذان دے پھر تم میں سے (جو علم میں یا عمر میں) سب سے بڑا ہو وہ امامت کرے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی

ہے۔)

ف: مرقات میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے امامت کی اذان پر فضیلت ثابت ہوتی ہے کیوں کہ اذان دینے والے کیلئے کسی قسم کی شرط نہیں لگائی گئی اس کے برخلاف امام کیلئے بڑے ہونے کی شرط لگائی گئی ہے اور یہ امامت کے افضل ہونے کی واضح ترین دلیل ہے۔12

امام کے افضل ہونے پر تیسری حدیث

15/1025- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رحمت سب سے پہلے امام پر نازل ہوتی ہے، پھر اس شخص پر نازل ہوتی جو امام کے سیدھے جانب (قریب ہونے میں) اول ہے، پھر اس کے بعد جو اول ہے اسی لحاظ سے رحمت نازل ہوتی جاتی ہے۔(اس کی روایت ابوالشیخ نے کی ہے۔)

امام کے افضل ہونے پر چوتھی حدیث

16/1026- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ان لوگوں کو امام بنایا کرو جو تم میں سب سے اچھے ہوں اس لئے کہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان نمائندے ہوتے ہیں۔(اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے اور بیہقی نے سنن میں اور طبرانی نے کبیر میں اسی طرح روایت کی ہے۔)

اذان کے کلمات کا جواب دینے کی فضیلت

17/1027- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، بلال رضی اللہ عنہ اٹھ کر اذان دینے لگے، جب بلال رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص (مؤذن کی طرح) یقین کے ساتھ اذان کے ہر کلمہ کا جواب دیتا جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

اذان کے کلمات کا جواب دینے کی فضیلت پر دوسری حدیث

18/1028- عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک اذان دینے والے ہم پر فضیلت رکھتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم بھی جس طرح موذن کہتے ہیں کہا کرو اور جب تم اذان کے جواب سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو تمہاری دعا قبول ہوگی۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

اذان کے کلمات کا جواب دینے کی فضیلت پر تیسری حدیث

19/1029- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اذان دینے والے اور اذان کا جواب دینے والے اپنی اپنی قبروں سے اس طرح نکلیں گے کہ مؤذن اذان دے رہا ہوگا اور جواب دینے والا جواب دے رہا ہوگا۔ (اس کی روایت طبرانی نے الاوسط میں کی ہے۔)

اذان سننے والا وہی الفاظ دہرائے جو مؤذن کہتا ہے، پھر درود پڑھے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مقام وسیلہ کی دعاء کرے

20/1030- عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو تم بھی مؤذن کی طرح کہو جو وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود بھیجو، اس لئے کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس ایک درود کے بدلے اس پر دس دفعہ رحمت بھیجتے ہیں پھر تم اللہ تعالیٰ سے میرے لئے مقام وسیلہ ملنے کی دعاء کرو، کیوں کہ وسیلہ جنت میں ایک ایسا درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی ایک

ہی کیلئے مخصوص ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا (جس کو مقام وسیلہ ملے گا) تو جو شخص میرے لئے مقام وسیلہ کے ملنے کی دعاء کرے گا اس کیلئے میری شفاعت لازم ہوگی۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ تم بھی اسی طرح کہو جو مؤذن کہتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اذان سننے والے پر واجب ہے کہ مؤذن جن الفاظ کو ادا کرے، جواب دینے والا بھی انہی الفاظ کو جواب میں ادا کرتا جائے لیکن امام حلوانی نے کہا ہے کہ مؤذن کا جواب دینا زبان سے مستحب ہے اور واجب یہ ہے کہ اذان سنتے ہی مسجد کی طرف چلے تا کہ جماعت فوت نہ ہو۔ اگر اذان سن کر مسجد کو نہ جائے تو ترک واجب سے گنہگار رہوگا۔ (یہ درمختار میں مذکور ہے اور درمختار میں اس جگہ اور بھی تفصیل ہے۔ (جس کی تشریح ردالمحتار میں کی گئی ہے۔)

اذان میں "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ" اور "حَیَّ عَلَی الْفَلَاح" کا جواب

21/1031- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مؤذن ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہے تو سننے والا (مؤذن کے جواب میں) ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہے، پھر مؤذن ''اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہے تو یہ شخص بھی (اس کے جواب میں) ''اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہے، پھر مؤذن ''اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ'' کہے تو یہ بھی ''اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ'' کہے پھر مؤذن ''حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ'' کہے تو یہ ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ'' کہے پھر مؤذن ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاح'' کہے تو یہ ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ'' کہے، پھر مؤذن '' اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہے تو یہ بھی ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہے، پھر مؤذن ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' کہے تو یہ شخص بھی ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' کہے اور سب کا جواب صدق دل سے دے تو ایسا شخص جنت میں داخل ہوگا۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف(1): علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اذان کے تمام کلمات ایک ایک بار مذکور ہیں جو بغرض تعلیم اختصار کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں ورنہ جیسے اوپر گذر چکا ہے اذان کے یہ سب کلمات دو دو بار ہیں۔

ف (2): اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة''اور''حَيَّ عَلَى الْفَلَاح''ان ہر دو کلمات کے جواب میں ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه'' کہیں۔

عمدۃ المفتی میں لکھا ہے کہ ''حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة''اور''حَيَّ عَلَى الْفَلَاح''ان ہر دو کلمات کے جواب میں ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه'' کے ساتھ ''مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ'' اضافہ کریں اور''کافی'' میں ان دونوں چیزوں میں اختیار دیا ہے کہ چاہیں تو ''حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة''اور''حَيَّ عَلَى الْفَلَاح'' کے جواب میں صرف ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه'' پڑھیں یا صرف ''مَاشَاءَ اللّٰهُ كَان'' پڑھیں البتہ محیط میں تفصیل ہے کہ ''حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة'' سُن کر ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه'' کہے اور ''حَيَّ عَلَى الْفَلَاح، مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ'' کہے (اسماعیل) لیکن قول مختار قول اول ہے کہ ''حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة''اور''حَيَّ عَلَى الْفَلَاح''ان کلمات میں سے ہر ایک کے جواب میں ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه''اور''مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ'' کو جمع کرے (نوح آفندی) یہ رد المختار میں مذکور ہے۔12

اذان میں "حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة" اور "حَيَّ عَلَى الْفَلَاح" کے جواب پر دوسری حدیث

22/1032- علقمہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا کہ ان کے مؤذن نے اذان دی، معاویہ رضی اللہ عنہ اسی طرح کہتے گئے جس طرح مؤذن نے کہا، یہاں تک کہ جب مؤذن نے ''حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة'' کہا تو انہوں نے ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه'' کہا اور جب مؤذن نے ''حَيَّ عَلَى الْفَلَاح'' کہا تو انہوں نے ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم'' کہا اور اس کے بعد مؤذن نے جس طرح کہا اسی طرح کہہ کر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کے جواب میں اسی طرح کہتے ہوئے سنا ہے۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

اذان میں شہادتین کے جواب کا ایک اور طریقہ

23/1033- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنتے کہ وہ ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' اور ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه'' کہہ رہا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ''وَاَنَا وَاَنَا'' (یعنی جیسے تم گواہی دے رہے ہو، میں بھی ایسی ہی توحید اور رسالت دونوں کی گواہی دیتا ہوں اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اَنَا کو مکرر ارشاد فرمایا ہے۔) (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

تکبیر اور " قَدْقَامَتِ الصَّلٰوة" کے جواب کا طریقہ

24/1034- ابوامامہ رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی صحابی سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنا شروع کیا جب بلال رضی اللہ عنہ '' قَدْقَامَتِ الصَّلٰوة'' پر پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' وَاَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا ''، یعنی اللہ تعالیٰ نماز کو قائم رکھے اور اس کو ہمیشہ رکھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیہ الفاظ اقامت کا جواب اسی طرح ادا فرمایا جس طرح عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہوئی حدیث نمبر (21) میں اذان کا جواب دیا گیا ہے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت کے الفاظ کو مؤذن نے جس طرح کہے آپ نے بھی اسی طرح ادا فرمائے البتہ ''حَیَّ عَلَی الصَّلٰوة'' اور ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاح'' کے جواب میں ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه'' فرمایا اور ''قَدْقَامَتِ الصَّلٰوة'' کے جواب میں ''اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا'' ارشاد فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ تکبیر کے کلمات کا جواب بھی اسی طرح دینا چاہئے جس طرح اذان کے کلمات کا جواب دیا جاتا ہے۔) (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

اذان کے بعد کی دعا

25/1035- سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مؤذن کی اذان سن کر ''اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدً اعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ .رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلاً وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا ‘‘یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے جو یکتا ہے اور جس کا شریک کوئی نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، میں اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے سے راضی ہوں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اللہ ہونے پر راضی ہوں اور اپنا دین اسلام ہونے سے راضی ہوں۔ اذان سن کر اس طرح کہنے والے کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

اذان اور اقامت کے درمیان دعا کی قبولیت

26/1036- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اذان اور اقامت کے درمیان کی دعاء رد نہیں ہوتی۔ (یعنی ضرور قبول ہوتی ہے،) (اس کی روایت ابوداؤ د اور ترمذی نے کی ہے۔)

قبولیت دعا کے اوقات

27/1037- سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو وقت ایسے ہیں جن میں دعائیں رد نہیں ہوتیں، یا یہ فرمایا کہ بہت کم رد کی جاتی ہیں، ایک اذان کے وقت کی دعاء دوسرے جہاد کے وقت کی دعاء جب ایک دوسرے سے گتھ جاتے ہیں، یا یہ فرمایا بارش میں بھیگتے وقت کی دعاء (اس کی روایت ابوداؤ د نے کی ہے۔)

28/1038- اور دارمی نے بھی اس کی روایت کی ہے لیکن دارمی نے بارش میں بھیگتے وقت کی دعا کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اذان کے بعد کی دوسری دعا

29/1039- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشادفرمایا کہ جوشخص (پوری) اذان سنے اوراس کا جواب دینے کے بعد یہ دعاء پڑھے:
''اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدَانِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہ۔'' اے اللہ! اے ہمارے پروردگار، سب بلاؤوں سے نماز کا بلاوا مکمل ہے اوراے موجودہ نماز کے مالک جس کی اذان دی جارہی ہے! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کومقام وسیلہ اورفضیلت عطافرمااورآپ کومقام محمود عطاکر (جس کا تونے آپ سے وعدہ فرمایا ہے) تواس دعاکے پڑھنے والے کیلئے قیامت کے دن میری شفاعت ضرورہوگی۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

اذان مغرب کے وقت دعا کرنے کا حکم

30/1040- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم کوحکم دیا جاتا تھا کہ ہم اذان مغرب کے وقت دعاء کیا کریں۔ (اس کی روایت بیہقی نے الدعوات الکبیر میں ہے۔)

اذان مغرب کے وقت دعاءکرنے کی دوسری حدیث

31/1041- ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان مغرب کے وقت اس دعاء کی تعلیم دی ہے، ''اَللّٰھُمَّ ھٰذَا اِقْبَالُ لَیْلِکَ وَاِدْبَارُ نَھَارِکَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِکَ فَاغْفِرْلِیْ!'' (اے اللہ! یہ وقت تیری رات کی آمد کا ہے اور تیرے دن کے رخصت کا اور تیری اذان دینے والوں کی اذان کا وقت ہے پس تو مجھے بخش دے۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور بیہقی نے الدعوات الکبیر میں بھی اس کی روایت کی ہے۔)

مغرب کی اذان اوراقامت کے درمیان نماز پڑھنا مکروہ ہے

32/1042- ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ ہر دو اذان یعنی

اذان اور اقامت کے درمیان (کم سے کم) دو رکعت ہیں، سوائے نمازِ مغرب کے یعنی نمازِ مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان کوئی نماز نہیں ہے۔) (اس کی روایت دار قطنی نے کی ہے اور دار قطنی نے کہا ہے کہ اس کی سند معتبر ہے۔)

33/1043- اور بزار نے بھی بریدہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

34/1044- اور ایک روایت میں ''رَکْعَتَیْنِ مَا خَلَا'' کے بجائے ''صَلَاۃٌ اِلَّا'' کے الفاظ ہیں۔

ف: اذان اور اقامت کے درمیان بجز نماز مغرب ہر نماز کیلئے سنتیں ہیں، اسی حدیث کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان نفل نماز کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (یہ مرقات میں مذکور ہے۔)

اذان کہنے پر اُجرت لینے کا بیان

35/1045- عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے میری قوم کا امام بنا دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کے امام ہو اور تم ان میں سب سے ضعیف کا لحاظ کیا کرو، اور ایک ایسے شخص کو مؤذن بنالو جو اذان پر اُجرت نہ لیتا ہو۔ (اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

اذان کہنے پر اُجرت لینا جائز ہونے کا بیان

36/1046- ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اذان سکھاتے گئے اور میں اذان دیتا گیا، پھر جب میں اذان دینے سے فارغ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک تھیلی عطا فرمائی جس میں کچھ چاندی تھی۔ (اس کی روایت ابن حبان نے کی ہے۔) اور باب کا عنوان اذان پر اُجرت لینے کا جواز رکھا ہے۔ (اور اس کی روایت نسائی نے بھی کی ہے۔)

ف: علماء نے اذان، اقامت اور امامت پر اُجرت لینے کے بارے میں اختلاف کیا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اذان، اقامت اور امامت پر اُجرت لینا مکروہ قرار دیا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے شاگردوں نے بھی ان پر اجرت لینا ممنوع قرار دیا ہے اور اس پر عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایسے شخص کو مؤذن بناؤ جو اذان دینے پر اجرت نہ لیتا ہو یہ متقدمین احناف کا قول ہے لیکن متاخرین احناف نے اجرت کے جائز ہونے پر فتویٰ دیا ہے اور ابن حبان کی اس حدیث سے جو ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، استدلال کرتے ہیں۔ (اس مسئلہ کی تفصیل بذل المجہود میں مذکور ہے ملاحظہ ہو۔) 12

بغیر عوض ثواب کے لئے اذان دینے والے کی فضیلت

37/1047- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کا طالب مؤذن (جو اجرت نہ لیتا ہو) اس کی مثال ایسے شہید کی ہے جو اپنے خون میں لت پت ہو، اور جب وہ مر جائے گا تو قبر میں اس کے بدن میں کیڑے نہیں پڑیں گے۔ (اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔)

جنگل میں اذان دے کر نماز پڑھنے والے کی فضیلت

38/1048- عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا رب اس بکریاں چرانے والے پر تعجب کرتا ہے جو کسی پہاڑ کی چوٹی کے کسی بلند حصہ پر نماز کیلئے اذان دیتا ہے اور نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس بندہ کو دیکھو کہ اذان دیتا ہے اور نماز قائم کرتا ہے اور مجھ سے ڈرتا ہے میں نے اپنے اس بندہ کے گناہوں کو بخش دیا اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

جنگل میں اذان و اقامت کہہ کر نماز پڑھنے والے کی فضیلت

39/1049- سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی جنگل میں ہو اور نماز کا وقت آجائے تو وہ وضوء کرلے اور اگر پانی نہ ملا تو تیمّم کرلے، اگراس نے (صرف) اقامت کہی ہے تو اس کے ساتھ دو فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور اگر اس نے اذان و اقامت کہی ہے تو اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی فوج نماز پڑھتی ہے جس کے اول و آخر کے دونوں سرے دکھائی نہیں دے سکتے۔ (اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے اور یہ ایسی حدیث ہے جس کی سند کے راوی صحاح کے راوی ہیں۔)

بَابٌ(6/25)

ف:ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اذان کے متعلق جو کچھ گذرا ہے یہ باب ان چیزوں کا تتمہ ہے۔

صبح صادق سے پہلے فجر کی اذان دینے کی ممانعت

1/1050- بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک فجر کی روشنی اس طرح ظاہر نہ ہو جائے اذان مت دیا کرو، اس طرح فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک کو آسمان کی طرف عرض میں پھیلایا۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ابوداؤد نے اس حدیث کو ضعیف نہیں قرار دیا اور بیہقی نے بھی اس طرح روایت کی ہے۔الامام میں کہا ہے کہ اس سند کے راوی سب ثقہ ہیں۔

2/1051- عبدالعزیز بن ابی رواد کی روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے اذان دے دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوئے۔

ف(1): اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جب تک صبح صادق نہ ہو فجر کی اذان نہ دیا کرو، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وقت سے پہلے اذان دینا جائز نہیں ہے۔12

ف(2): اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ جب تک صبح صادق طلوع نہ ہو فجر کی اذان نہ دیا کرو۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی نماز کی اذان اس کے وقت کے شروع ہونے سے پہلے نہ دی جائے اور اگر وقت سے پہلے اذان دی گئی ہے تو وقت شروع ہونے پر اس کا اعادہ کیا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ اذان جماعت کی اطلاع کیلئے دی جاتی ہے اور وقت سے پہلے اذان دینے سے اذان کی

جو غرض ہے کہ جماعت کے وقت سے مطلع کیا جائے، وہ غرض حاصل نہیں ہوئی تو گویا وقت سے پہلے اذان دینا جماعت کے وقت سے بے خبر رکھنا ہوا، البتہ فجر کی اذان کے بارے میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ رات کے نصف آخر میں فجر کی اذان جائز ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ کا بھی یہی قول ہے، کیوں کہ اس پر اہل حرمین کا نسلاً بعد نسلٍ عمل درآمد ہے لیکن یہ حدیث سب پر حجت ہے یہ ہدایہ سے ماخوذ ہے اور نہایہ میں مذکور ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ حدیث میں ''لَایَغُرَّنَّکَ اَذَانُ بِلَالٍ'' (یعنی تم کو بلال رضی اللہ عنہ کی اذان دھوکہ نہ دے) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ قبل از وقت اذان دیا کرتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بھی ہماری دلیل ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کے اذان کا اعتبار نہیں کیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ بلال رضی اللہ عنہ کے اذان کا ایسا اعتبار نہ کریں جیسا کہ وقت کے اندر کی اذان کا اعتبار کیا کرتے ہیں، جب ہی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رضی اللہ عنہ کی اذان تم کو دھوکہ نہ دے، بلال رضی اللہ عنہ اس لئے اذان دیتے ہیں کہ شب میں عبادت کرنے والا عبادت کو ختم کر دے، روزہ دار سحری کرے اور سونے والا نیند سے اٹھے اس لئے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے اذان شروع کرنے تک کھاتے پیتے رہو، کیوں کہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا تھے اور جب تک لوگوں سے یہ نہ سن لیتے تھے کہ صبح صادق ہو چکی ہے اس وقت تک اذان نہیں دیا کرتے تھے۔ 12

صبح صادق سے پہلے فجر کی اذان دینے کی ممانعت پر دوسری حدیث

3/1052- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کس لئے تم نے صبح صادق سے پہلے اذان دی ہے؟ تو بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نیند سے اونگھتا ہوا اٹھا اور گمان کیا کہ صبح صادق ہوگئی ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ اپنی طرف سے اس معذرت کا اعلان کر لیں کہ بندہ وقت معلوم کرنے سے بے خبر تھا اور نیند میں تھا۔

(اس کی روایت بیہقی نے کی ہے، اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وقت سے پہلے اذان دینا جائز نہیں۔ 12

سفر میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھنے کا بیان

4/1053- مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں اور میرے

ایک چچازاد بھائی ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سفر کو نکلو تو اذان دیا کرو اور اقامت کہا کرو اور تم دونوں میں سے جو بڑا ہے وہ امامت کیا کرے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

اذان اور اقامت قضاء نمازوں کیلئے بھی کہنی چاہئے

5/1054- بریدبن ابی مریم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے ایک رات ہم چلتے رہے جب صبح قریب ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر اترے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند آ گئی اور ہم سب لوگ بھی سو گئے (سب سے پہلے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت بیدار ہوئے کہ آفتاب نکل چکا تھا اور دھوپ ہم پر گر رہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے فرض سے پہلے دو رکعت سنت ادا فرمائی پھر حکم دیا تو مؤذن نے اقامت کہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو فرض پڑھائی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے قیامت تک جتنی چیزیں ہونے والی تھیں ہم کو سب بیان فرمائیں۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور اسی طرح ابوداؤد، حاکم، بزار، طبرانی اور بیہقی نے بھی اس کی روایت کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قضاء نماز کیلئے بھی اذان اور اقامت دونوں کہی جائیں، یہی حنفی مذہب ہے، چنانچہ ہدایۃ میں مذکور ہے کہ قضاء نماز کے ادا کرتے وقت اذان دے اور اقامت بھی کہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس کے موقع پر نماز فجر کی قضاء اذان و اقامت کے ساتھ ادا فرمائی ہے اور یہ امام شافعی رحمۃ اللہ پر حجت ہے، اس لئے کہ امام موصوف قضاء نمازوں کی ادائی میں صرف اقامت پر اکتفاء فرماتے ہیں۔ 12

مقتدی جماعت کیلئے کب کھڑے ہوں

6/1055- ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو تم اِسی وقت اٹھو جب مجھے دیکھ لو کہ میں حجرے سے نکل گیا ہوں (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)

ف: ذخیرہ میں ہے کہ اگر امام مسجد کے باہر ہو اور صفوں کے پیچھے سے مسجد میں داخل ہو رہا ہے تو نمازی امام کو دیکھتے ہی کھڑے ہو جائیں اور درمختار کی عبارت یہ ہے کہ اگر امام سامنے سے مسجد میں داخل ہو رہا ہے تو امام پر نگاہ پڑتے ہی مقتدی کھڑے ہو جائیں۔12

مقتدی کے جماعت میں آکر شریک ہونے کا طریقہ

7/1056- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نماز کی اقامت ہو جائے تو نماز کیلئے دوڑتے ہوئے مت آیا کرو، بلکہ معمولی رفتار سے اطمینان کے ساتھ آؤ اور جو کچھ نماز تم کو مل جائے اُسے جماعت سے پڑھ لو اور جو باقی رہ جائے بعد میں اس کی قضاء کرلو۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور طحاوی نے کی ہے۔)

8/1057- اور ابن ابی شبیہ نے سند صحیح کے ساتھ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

9/1058- اور ابن حزم نے بھی سند صحیح سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کی ہے۔

10/1059- اور بیہقی نے سند معتبر کے ساتھ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

11/1060- اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب تم میں کوئی شخص نماز کا ارادہ کرلیتا ہے تو وہ اس وقت نماز ہی میں ہوتا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جب تک تم صف میں نہ پہنچ جاؤ اور صف میں نہ کھڑے ہو جاؤ تب تک ہرگز رکوع کرنے اور تکبیر تحریمہ کہہ کر جماعت میں شریک ہونے کی عجلت مت کیا کرو۔

ف(1): اس حدیث میں مذکور ہے ''اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا تَاْتُوْھَا تَسْعَوْنَ'' (جب نماز کی اقامت ہونے لگے تو تم نماز کیلئے دوڑتے ہوئے مت آیا کرو) واضح ہو کہ اقامت سن کر دوڑنے کی جو ممانعت

یہاں وارد ہے وہ نہی تنزیہی ہے، چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث جو اس حدیث کے بعد آرہی ہے اس سے جماعت کیلئے بغیر مشقت کے تیزی سے آنا ثابت ہو رہا ہے۔(التعلیق الممجد)12

ف(2): اس حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ ''فَمَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَافَاتَکُمْ فَاقْضُوْا''(جو کچھ نماز تم کو مل جائے اُسے جماعت کے ساتھ پڑھ لو اور جو باقی رہ جائے بعد میں اس کی قضاء کرلو۔)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کسی شخص کو امام کے ساتھ ابتداء نماز سے جماعت میں شرکت کا موقع نہ مل سکا اور جماعت میں وہ ایسے وقت شریک ہوا جب کہ نماز کا کچھ حصہ ہو چکا تھا، ایسے شخص کو مسبوق کہتے ہیں، ایسے لوگوں کے متعلق حدیث میں دو طرح کے الفاظ وارد ہیں۔

(1) ''وَمَافَاتَکُمْ فَاقْضُوْا'' (نماز کا جو حصہ امام کے ساتھ نہ ملنے سے فوت ہوگیا ہے اس کی قضاء کرلو۔)

دوسرے ''وَمَافَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا ''(نماز کا جو حصہ امام کے ساتھ نہ ملنے سے فوت ہوگیا ہے اس کو تمام کرلو۔)

ایک میں قضاء اور دوسرے میں اِتمام کا لفظ مذکور ہے، اب اِتمام اور قضاء کے معنی میں علماء کے درمیان یہ اختلاف ہے کہ کیا ان دونوں لفظوں کا مطلب ایک ہے یا دونوں کے معنی الگ الگ ہیں؟ اس اختلاف کی بناء پر مسبوق کے متعلق یہ اختلاف پیدا ہوگیا کہ مسبوق جب سے امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوا ہے تو امام کے ساتھ ادا کی ہوئی نماز مسبوق کی ابتداء ہوگی یا اُس کی آخری نماز ہوگی؟ اس بارے میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ مسبوق جہاں سے نماز میں شریک ہوا ہے وہاں سے اس کی نماز شروع ہوئی ہے، اس لئے یہ اس کی نماز کا ابتدائی حصہ ہوگا، اور یہ شخص امام کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی بقیہ نماز کی تکمیل کرے گا اور نماز کا وہ حصہ جس کو یہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کررہا ہے، اس کی نماز کا آخری حصہ سمجھا جائے گا اور یہ بعد والی نماز جس کو یہ تنہا پڑھ رہا ہے امام کے ساتھ ادا شدہ نماز کا تتمہ کہلائے گی، یہ امام شافعی امام اسحاق اور امام اوزاعی رحمہم اللہ کا قول ہے اور امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ سے بھی ایک روایت میں اسی طرح منقول ہے اور ان سب حضرات نے حدیث کے الفاظ ''وَمَافَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا'' سے استدلال کیا ہے اس لئے کہ اتمام کا تعلق ایسی شئے سے ہوتا ہے جس کی ابتداء پہلے سے ہو اور اس کا کچھ حصہ باقی رہ جائے تو اس قول کی بناء پر امام کے بعد مسبوق کی جو نماز ادا ہورہی ہے وہ نماز کا آخری حصہ ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مسبوق جہاں سے جماعت میں شریک ہوا ہے وہ مسبوق کی نماز کا آخری حصہ ہے جیسے کہ خود امام کی نماز کا آخری حصہ ہے، اس لئے یہ شخص امام کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد قضاء نماز جو ادا کرے گا، وہ اس کی نماز کے فوت شدہ ابتدائی حصہ کی قضاء ہوگی اور نماز کا وہ حصہ جس کو یہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد

ادا کر رہا ہے اس کی نماز کا ابتدائی حصہ کہلائے گا جو قضاء ہو گیا تھا، اب وہ اس کو ادا کر رہا ہے۔

یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت اسی طرح کی ہے۔ نیز حضرت سفیان، مجاہد اور ابن سیرین رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے، ابن بطلال نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید حضرات ابن مسعود ابن عمر، ابراہیم نخعی، شعبی اور ابو قلابہ رضی اللہ عنہم کی روایتوں سے ہوتی ہے اور اس قول ثانی کے قائلین نے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ''وَمَافَاتَکُمْ فَاقْضُوْا'' سے استدلال کیا ہے اور امام شافعیؒ اور ان کے اصحاب نے فَأَتِمُّوا سے جو استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مقتدی کی نماز امام کی نماز سے مربوط ہوتی ہے اور اس سے جدا نہیں ہوسکتی، اس لئے امام کی نماز کا جو آخری حصہ ہے وہ مسبوق کی نماز کا بھی لازماً آخری حصہ متصور ہوگا ورنہ امام کی اقتداء کے منشاء کے خلاف ہوگا، اس بناء پر ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ''فَاتِمُّوْا'' کو بمعنی ''فَاقْضُوْا'' اس طرح محمول کیا جائے گا کہ جس نے نماز کے فوت شدہ حصہ کی قضاء کی تو اس نے اپنی نماز کو تمام کرلیا یعنی مکمل کرلیا اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز کے فوت شدہ حصہ کے باقی رہ جانے سے اس شخص کی نماز ناقص تھی اور اس شخص نے امام کے نماز ختم کرنے کے بعد نماز کے باقی حصہ کو ادا کر کے اپنی اس ناقص نماز کو تمام کرلیا۔ (یہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے) اس کو مثال سے اس طرح سمجھئے:

ایک شخص ظہر کی جماعت میں امام کے ساتھ ایسے وقت شریک ہوا جبکہ امام کی دو رکعتیں ہو چکی تھیں اور اس نے امام کے ساتھ آخری دو رکعتیں ادا کرلیں تو امام شافعی رحمۃ اللہ کے قول کے لحاظ سے امام کے ساتھ اس نے آخری جو دو رکعتیں ادا کی ہیں اس کی پہلی دو رکعتیں ہوں گی اور اب وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد جو دو رکعتیں ادا کر رہا ہے اس کی آخری دو رکعتیں ہیں کہ وہ ان دو رکعتوں سے اپنی نماز کو تمام کر رہا ہے اس لئے وہ ان دونوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے گا، ضم سورہ نہیں کرے گا، اس کے برخلاف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے لحاظ سے اس مسبوق نے امام کے ساتھ جو دو رکعتیں ادا کی ہیں وہ امام کی رکعتوں کی طرح اس کی بھی آخری دو رکعتیں ہیں اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد یہ جو دو فوت شدہ رکعتیں ادا کرے گا اس کی پہلی دو رکعتیں ہیں جو قضاء ہوگئی ہیں، جن کو یہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کر رہا ہے اس وجہ سے وہ ان دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ ضم سورہ بھی کرے گا اور جن حدیثوں میں ''فاقضوا'' کا ذکر ہے اس کی یہی تفصیل ہے۔12

مقتدی کے جماعت میں آکر شریک ہونے کے طریقہ پر دوسری حدیث

12/1061- نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بقیع کو گئے ہوئے تھے

ان کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقامت کی آواز بقیع میں سنائی دی جس پر وہ وہاں سے تیزی سے آئے۔ (اس کی روایت امام محمد نے امام مالک سے کی ہے اور کہا ہے کہ شرکت نماز کیلئے تیز چل کر آنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ اپنے کو نہ تھکائے اور تکلیف نہ ہو۔)

(7/26)بَابُ الْمَسَاجِدِ وَ مَوَاضِعِ الصَّلٰوۃِ

(یہ باب مسجدوں اورنماز کی جگہوں کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ ''اَنْ طَھِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ''
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ بقرہ پ 1 ع 15 میں) ہمارے اس گھر (یعنی کعبہ) کوطواف کرنے والوں اوراعتکاف کرنے والوں اوررکوع اورسجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) کیلئے خوب پاک و صاف رکھا کرو۔ وَقَوْلُہٗ: ''وَحَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ ''اورقول باری تعالیٰ ہے (سورہ بقرہ پ 2 ع 2 میں) مسلمانو! تم جہاں کہیں ہوا کرو اپنا چہرہ (نماز میں مسجد حرام یعنی کعبہ، کی طرف رکھا کرو۔)

وَقَوْلُہٗ :''اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ''اورقول باری تعالیٰ ہے (سورہ آل عمران پ 4 ع 1 میں) لوگوں کی (عبادت کیلئے) جو پہلا گھر ٹھہرایا گیا ہے۔ وہ یہی ہے جوشہر مکہ میں واقع ہے (جو) برکت والا اور دنیا بھر کے لوگوں کیلئے (موجب) ہدایت ہے۔

وَقَوْلُہٗ :''فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ ''اورقول باری تعالیٰ ہے (سورہ نور پ 18 ع 5 میں) ایسے گھروں میں (جا کرعبادت کرتے) ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اوران میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔ (مراد ان گھروں سے مسجدیں ہیں اوران کا ادب یہ ہے کہ ان میں جنبی اورحائضہ داخل نہ ہوں۔)

وَقَوْلُهٗ : ''اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ''اور قول باری تعالیٰ ہے (سورہ توبہ پ 10 ع 3 میں) ہاں اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے ہیں۔

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا بیان

1/1062- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے پھر باہر تشریف فرما ہوئے، بلال رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے، ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر نماز ادا کئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، جب دوسرا دن ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے، میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر نماز پڑھے ہیں؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں دو رکعت نماز پڑھے ہیں۔ (اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔)

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے بیان میں دوسری حدیث

2/1063- عبدالرحمٰن بن زجاج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر پوچھا کہ اے ابا عثمان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما کہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہو کر کعبہ کے اندر نماز نہیں پڑھے، شیبہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ کیوں نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو سامنے کے دو ستونوں کے پاس دو رکعت نماز ادا فرمائے ہیں اور نماز کے بعد دونوں ستونوں سے اپنی پشت مبارک چمٹائے رہے۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے،) اور ابو یعلیٰ اور ابن عسا کر نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے بیان میں تیسری حدیث

3/1064- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور حضرت فضل اور اسامہ بن زید اور عثمان ابن طلحہ رضی اللہ عنہم بھی (آپ کے ساتھ داخل ہوئے) (بخاری اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ فضل رضی اللہ عنہ کے بجائے بلال رضی اللہ عنہ ساتھ تھے) ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ پہلا شخص جس سے میں ملا وہ بلال رضی اللہ عنہ تھے، میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے اندر کہاں نماز پڑھے ہیں؟ بلال رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ ان دوستونوں کے درمیان نماز ادا فرمائے ہیں۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور طحاوی، بخاری اور مسلم نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے۔)

استقبال قبلہ کیلئے سمت کعبہ کی نیت کرنا کافی ہے مگر مکہ والے اور مدینہ والوں کیلئے عین کعبہ کی نیت ضروری ہے

4/1065- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ منورہ کے رہنے والوں کا قبلہ جانبِ جنوب، مشرق اور مغرب کے درمیان ہے، اس لئے کہ مدینہ منورہ مشرق اور مغرب کے درمیان واقع ہے۔

واضح ہو کہ استقبال قبلہ میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ عین کعبہ کی جانب رخ کرنا فرض ہے اگر عین کعبہ کی جانب رخ کرنا کعبۃ اللہ کے نگاہ سے غائب ہونے کی وجہ سے دشوار ہے تو عین کعبہ کی جانب رخ کرنے کی نیت کرنا ضروری ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جو لوگ مکہ مکرمہ میں رہتے ہوں ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ عین کعبہ کی جانب رخ کریں اور اسی طرح مدینہ منورہ میں رہنے والوں کیلئے بھی ضروری ہے کہ وہ بھی عین کعبہ کی نیت کریں کیوں کہ مدینہ منورہ کا قبلہ بذریعہ وحی متعین ہوا ہے البتہ وہ لوگ جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے سوا دوسرے مقامات پر رہتے ہوں، ان کیلئے

عین کعبہ کی جانب رخ کرنے کی نیت ضروری نہیں بلکہ ان کے لئے سمت کعبہ کی جانب رخ کرنے کی نیت کرنا کافی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اس حدیث سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے، کیوں کہ اس حدیث میں وارد ہے کہ ''مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے'' اور اسی سے سمتِ قبلہ کی نیت کے کافی ہونے کی دلیل حاصل ہوتی ہے۔ (نہایۃ، ہدایۃ، درمختار، مرقات۔) 12

کعبۃ اللہ اور بیت المقدس کی بناء کب ہوئی؟

5/1066- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے روئے زمین پر کونسی مسجد بنائی گئی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد الحرام یعنی کعبہ (سب سے پہلے روئے زمین پر عبادت گاہ بنایا گیا ہے) راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کونسی مسجد بنائی گئی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس، میں نے پوچھا کہ ان دونوں مسجدوں کی تعمیر کے درمیان میں کتنے برس کا فاصلہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چالیس سال، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام روئے زمین تمہارے لئے مسجد ہے جہاں کہیں تم کو نماز کا وقت آجائے وہاں نماز پڑھ لو۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: لمعات میں کہا ہے کہ اس حدیث میں اشکال ہے وہ یہ ہے کہ کعبۃ اللہ کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور بیت المقدس کے بانی سلیمان علیہ السلام ہیں اور ان دونوں کی تعمیر میں ایک ہزار برس سے زیادہ مدت کا فرق ہے، اس اشکال کا عمدہ جواب ابن جوازی رحمۃ اللہ نے نقل کیا ہے کہ اس حدیث میں اشارہ ان دونوں مسجدوں کے ابتدائی تعمیر کی طرف ہے کیوں کہ جس طرح کعبہ کے بانی اول ابراہیم علیہ السلام نہیں ہیں اسی طرح بیت المقدس کے بانی اول سلیمان علیہ السلام نہیں ہیں۔ اس بارے میں منقول ہے کہ کعبۃ اللہ کو سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا اور جب ان کی اولاد روئے زمین پر پھیلی تو ان کی اولاد ہی سے کسی نے اولاً بیت المقدس کی بناء رکھی اور ان دونوں مسجدوں کی اس ابتدائی تعمیر میں چالیس برس کا فرق ہے۔ پھر اس کے بعد دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ بنایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس تعمیر کیا۔ 12

مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نماز پڑھنے کا ثواب

6/1067- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز کا ادا کرنا دوسرے مساجد کے مقابلہ میں مسجد حرام کے سوائے ایک ہزار نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

مساجد کے ثواب کا بیان

7/1068- انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی نماز جس کو وہ اپنے گھر میں ادا کرتا ہے اس سے اس کو ایک نماز کا ثواب ملتا ہے اور وہ نماز جس کو اپنے محلّہ کی مسجد میں ادا کرتا ہے اس کی ایک نماز ثواب میں پچیس نمازوں کے برابر ہوتی ہے اور اس کی ایک نماز جس کو وہ جامع مسجد میں ادا کرتا ہے اس کا ثواب اُس کو 500 پانچ سو نمازوں کے برابر ملتا ہے اور اس کی وہ نماز جس کو وہ مسجد اقصیٰ میں ادا کرتا ہے اس کا ثواب اس کو پچاس ہزار نمازوں کے برابر ملتا ہے اور وہ نماز جس کو وہ میری مسجد میں ادا کرتا ہے اس کا ثواب اس کو پچاس ہزار نمازوں کے برابر ملتا ہے اور وہ نماز جس کو وہ مسجد حرام میں ادا کرتا ہے اس کا ثواب اس کو ایک لاکھ نمازوں کے برابر ملتا ہے۔(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ مسجد نبویؐ کی ایک نماز ثواب میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، اور اس سے پہلے کی حدیث میں مروی ہے کہ مسجد نبویؐ کی ایک نماز ثواب میں ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے ان دو حدیثوں میں جو تفاوتِ پایا جاتا ہے اس کے بارے میں مرقات میں لکھا ہے کہ یہ تفاوت، تفاوت احوال کی بناء پر ہوسکتا ہے کیوں کہ نیکی تو ایک ہوتی ہے مگر حالات کے لحاظ سے کبھی اس کا ثواب دس گنا اور کبھی ستر گنا اور کبھی سات سو گنا ہوتا ہے تو تفاوت حالات کی وجہ سے مدینہ منورہ کی مسجد میں ایک نماز کا ثواب کسی کو ایک ہزار اور کسی کو پچاس ہزار مل سکتا ہے۔12

مسجد نبوی ﷺ کی فضیلت

8/1069- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص میری اس مسجد میں صرف کسی نیک کام (مثلاً نماز، اعتکاف، زیارت، تلاوت اور ذکر کے) سیکھنے یا سکھانے کیلئے (یا ان پر عمل کرنے کیلئے آیا ہو) تو وہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے اور جو شخص ان چیزوں کے سوا کسی اور چیز کیلئے آتا ہو تو وہ شخص اس آدمی کی طرح ہے جو دوسروں کے سامان کو صرف دیکھتا ہے (اور اس سے کچھ بھی نفع نہیں اٹھاتا۔) (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور بیہقی نے بھی شعب الایمان میں اس کی روایت کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ جو شخص مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نیک کام کیلئے نہیں آتا اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو دوسروں کے سامان کو دیکھتا ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ شخص آخرت میں ان لوگوں کے اجر وثواب کو دیکھے گا جنہوں نے مسجد نبوی میں خیر کے کام کئے تھے تو اس نے اس مسجد میں کارخیر نہ کر کے حصول اجر کا جو موقع ضائع کر دیا اس پر حسرت کرے گا اور رنجیدہ ہو گا کہ میں کیوں ایسی دولت سے محروم رہا۔ (اشعۃ اللمعات) 12

مسجد نبوی کے آداب

9/1070- سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں مسجد میں سو رہا تھا کہ کسی نے مجھے کنکر مار کر جگایا میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں آپ نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اور ان دونوں شخصوں کو میرے پاس بلا لاؤ (کہ مسجد میں پکار کر باتیں کر رہے ہیں) میں نے ان دو آدمیوں کو آپ کے سامنے پیش کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم کس قبیلہ کے ہو یا کہاں کے ہو؟ دونوں نے جواب دیا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم مدینہ والوں میں سے ہوتے تو ضرور میں تم کو سزا دیتا تم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

لا تُشَدُّ الرِّحَالُ سے جو غلط فہمی ہورہی ہے اس کا ازالہ

10/1071- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین ہی مساجد کی جانب فضیلتِ مسجد حاصل کرنے کی غرض سے سفر کیا جاسکتا ہے، مسجد الحرام (یعنی کعبۃ اللہ) اور مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) اور میری یہ مسجد (یعنی مسجد نبوی ﷺ۔) (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ مسجد الحرام کی ایک نماز فضیلت میں ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور مسجد اقصیٰ میں ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور اسی طرح مسجد نبوی میں بھی ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، اس لئے جو شخص فضیلت اور ثواب حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ ان تینوں مسجدوں کی طرف سفر کرسکتا ہے۔ اب رہی دوسری مسجدیں تو ان تینوں مسجدوں کے سوا دنیا بھر کی تمام مسجدیں فضیلت میں ایک دوسرے کے برابر ہیں، اس لئے ان تینوں مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کی طرف فضیلت حاصل کرنے کی نیت سے سفر کرنا ایک لغو فعل ہوگا، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی مسجد کی طرف سفر نہ کرو اور صرف انہی تین مسجدوں کی طرف سفر کرو۔

بعض حضرات نے اس حدیث کے الفاظ ''لَاتُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَۃِ مَسَاجِدَ'' سے استدلال کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے مقابر اور مشاہد کی زیارت کیلئے سفر کرنا ناجائز وممنوع ہے، حالانکہ اس حدیث کے ان الفاظ سے مقابر اور مشاہد کی زیارت کیلئے سفر کی ممانعت کسی طرح ثابت نہیں کی جاسکتی کیوں کہ اس حدیث سے صرف یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ ان تین مسجدوں کے سوا سفر کرکے فضیلت اور برکت حاصل کرنے کے قابل کوئی اور مسجد نہیں علاوہ ازیں ''لَاتُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَۃِ مَسَاجِدَ'' میں جو حصر موجود ہے وہ مساجد سے متعلق ہے نہ کہ مقابر سے۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح عین العلم میں اس حدیث کا ذکر کرکے صراحت فرمائی ہے: ''لَایَمْنَعُ ھٰذا زِیَارَۃَ قُبُوْرِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ لِاَنَّ النَّھْیَ فِی حَقِّ الْمَسَاجِدِ دُوْنَ سَائِرِ الْمَشَاھِدِ'' (اس حدیث سے انبیاء علیہم السلام اور اولیا کرام کے قبور کی زیارت سے منع نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حصر مسجدوں سے متعلق ہے نہ کہ زیارت گاہوں سے) تو اس حدیث میں جو حصر مساجد سے متعلق ہے اس حصر کو عام کرکے شدرحال سے متعلق سفر مراد لیا جائے تو پھر نہ صرف مقابر اور مشاہد بلکہ تجارت اور سوداگری اور اسی

طرح ہرقسم کے سفر کی ممانعت ثابت کرنا پڑے گی اوراسی صورت میں حدیث نا قابل عمل قرار پائے گی ۔تو شدرحال سے جب عام سفر کی ممانعت ثابت نہیں کی جاسکتی تو پھر کس بناء پر اس حدیث سے مقابر انبیاء اوراولیاء کی زیارت کیلئے سفر کو ناجائز قرار دیا جاسکتا ہے؟ بالخصوص جب کہ دوسری حدیث میں مذکور ہے ''کُنتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ اَلَا فَزُوْرُ وْهَا'' (میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے روک رکھا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو) حدیث کے الفاظ ''اَلَا فَزُوْرُ وْهَا'' عام ہیں جس سے نہ صرف مقامی بلکہ دوردراز کے مقابر کی زیارت کا حکم حاصل ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ زیارت قبور کیلئے سفر مامور بہ ہے اور نہی عنہ نہیں ہے، چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ قبر سیدنا موسیٰ الکاظم رضی اللہ عنہ تریاق مجرب الاجابۃ الدعاء (امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف اجابت دعاء کیلئے تریاق مجرب ہے۔)

اورامام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ''مَن يُّسْتَمَدُّ فِي حَيَاتِهٖ يُسْتَمَدُّ بَعْدَ مَمَاتِهٖ'' (جس سے زندگی میں مدد طلب کی جاتی تھی اِس کی وفات کے بعد بھی اس سے مدد طلب کی جاسکتی ہے۔)

اس کے علاوہ اس حدیث میں ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کی زیارت کیلئے سفر اس لئے ممنوع قرار دیا گیا ہے کہ ان مساجد ثلاثہ کے سوا جتنی مسجدیں ہیں وہ ثواب اور فضیلت میں ایک دوسرے کے مساوی ہیں تو ان تین مسجدوں کے سواء جس کسی مسجد کی طرف سفر ہوگا وہ فعل عبث ہوگا اس کے برخلاف مقابر اور مشاہد فضیلت اور برکت میں مساوی نہیں ہوتے بلکہ متفاوت ہوتے ہیں۔

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مناسک میں لکھا ہے کہ مکہ معظّمہ میں کئی مشاہد ہیں جن کی زیارت علماء نے مستحب قرار دی ہے مگر مولد سیدتنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا یعنی ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مسکن مبارک کے متعلق سب کا اتفاق ہے جس کو طبرانی نے نقل کیا ہے: ''هُوَ اَفْضَلُ مَوَاضِعِ بِمَكَّةَ بَعْدَ الْمَسْجِدِ''، یعنی مولد فاطمہ رضی اللہ عنہا مسجد حرام کے بعد مکہ معظّمہ کے تمام مقامات متبرکہ میں افضل ترین مقام ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی گھر میں تشریف فرما رہے اور یہیں سے آپ نے ہجرت فرمائی تو جب ثابت ہوا کہ مقابر اور مشاہد برکت میں متفاوت ہیں تو جس علت سے مساجد ثلاثہ کے سوا کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنے کی ممانعت کی گئی ہے وہ علت مقابر اور مشاہد میں نہیں پائی جاتی تو ان مساجد کا حکم بھی ان مقابر اور مشاہد سے متعلق نہیں ہوگا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام مشاہد اور مقابر فیض رسانی میں مساوی نہیں ہوتے ہیں اس لئے ایک کی زیارت کی

وجہ سے دوسرے کی زیارت سے استغنا حاصل نہیں ہوتا۔اس کے برخلاف مسجدیں کہ یہ ثواب میں یکساں ہوتے ہیں کہ جو ثواب ایک مسجد میں ہے وہی دوسری مسجد میں پایا جاتا ہے اس لئے اس حدیث میں ان مساجد ثلاثہ کے سوا کسی اور مسجد کی طرف سفر کو ممنوع قرار دیا گیا ہے،اس طرح ثابت ہوگیا کہ ''لَاتُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ'' سے مقابر اور مشاہد کی زیارت کیلئے سفر کو ممنوع قرار دینا غلط ہے اور بیجا استدلال ہے۔(مرقات،اشعۃ اللمعات،فصل الخطاب۔)12

مسجد قباء کی فضیلت

11/1072-ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن پیدل اور سوار ہو کر مسجد قباء تشریف لے جایا کرتے تھے اور مسجد قباء میں دو رکعت نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

منبر شریف اور روضۂ مبارک کے درمیانی زمین کی اور منبر شریف کی فضیلت

12/1073-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی حصۂ زمین جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے،اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف:اس حدیث میں مذکور ہے ''مَابَیْنَ بَیْتِیْ وَ مِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ وَ مِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ''(میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی حصۂ زمین جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے)اس بارے میں محققین کے دو قول ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ ریاض الجنۃ یعنی مسجد نبوی کا وہ حصہ جو منبر شریف اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حجرہ مبارک کے درمیان ہے یہ حصہ اور منبر شریف ہر دو اس عالم کے نہیں ہیں بلکہ جنت کے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جنت سے اس عالم میں منتقل کئے گئے ہیں جس طرح کہ حجر اسود حضرت آدم علیہ السلام کیلئے جنت سے اس عالم میں منتقل کیا گیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ریاض الجنۃ یعنی مسجد نبوی میں منبر شریف اور حجرہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا درمیانی حصہ زمین اور منبر شریف دونوں اسی عالم کے ہیں جو بروز قیامت ہر دو بعینہ جنت میں منتقل کئے جائیں گے اور یہ دونوں زمین کے

دیگر حصوں کی طرح فنا نہیں ہوں گے کہ ریاض الجنۃ یعنی منبر شریف اور حجرہ نبوی کا درمیانی حصہ تو جنت کی ایک کیاری بنایا جائے گا اور منبر شریف حوض کوثر پر ہوگا۔ جس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرمائیں گے۔ (مرقات، اشعۃ اللمعات۔)

انبیاء اور صلحاء کے قبور کے قرب و جوار میں مسجد بنانے کا ثبوت اور عین قبر کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت پر ایک حدیث

13/1074-ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات کی حالت میں جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحت یاب نہیں ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہود اور نصاریٰ پر کہ ان لوگوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا دیا۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے: ''لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارىٰ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ'' (اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ ان لوگوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔)

واضح ہو کہ یہود اور نصاریٰ نے اپنے انبیاء کی قبروں کو دو طرح سے سجدہ گاہ بنا رکھا تھا ایک یہ کہ جس طرح بت پرست بتوں کی پوجا کرتے ہیں، یہود و نصاریٰ بھی انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرتے اور اس سجدہ سے انبیاء کی عبادت کا قصد کرتے۔ ظاہر ہے کہ یہ شرک جلی ہے دوسرے یہ کہ انبیاء کی قبروں کو قبلہ بناتے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتے کہ نماز اور عبادت میں انبیاء کی قبروں کی جانب اس خیال سے متوجہ ہوتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے قرب اور رضاء کا ذریعہ ہیں، حالانکہ یہ دوسرا طریقہ بھی شرک خفی ہے، کیوں کہ اس طریقہ سے بھی عبادت میں غیر اللہ کو شریک کیا جا رہا ہے الغرض یہود و نصاریٰ کی عبادت کے یہ دونوں طریقے غیر مشروع ہیں، اسی وجہ سے اس حدیث میں یہود و نصاریٰ پر لعنت کی گئی ہے۔

اس حدیث میں یہود و نصاریٰ کے فعل کی حکایت سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمان بھی انبیاء اور اولیاء کی قبور کو سجدہ گاہ نہ بنائیں لیکن اس بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ اس حدیث سے انبیاء اور اولیاء کے قرب و جوار میں مسجدیں بنانے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ نفس قبر کو مسجد یعنی سجدہ گاہ بنانے اور قبر کے پاس مسجد بنانے

میں بڑا فرق ہے، قبروں کے پاس مسجد بنانے کا جواز اور استحسان تو قرآن شریف کی آیت '' لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا'' سے ثابت ہے۔

چنانچہ تفسیر مہائمی میں سورۂ کہف کی آیت ذیل کی تفسیر اس طرح مرقوم ہے: (اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ) فيقول المسلمون: انهم مسلمون نبنى عَلَيْهم مَسْجدا، وقال الكفار: انهم اولاد الكفار ولم يثبت اسلامهم (فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا)صومعة او كَنِيْسَةَ لكن قطع الله ذالک النزاع ايضاً بِتَغْلِيْبِ المومنين (رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ)فغلب بالحجة و القدرة من علم اطلاعه على حَقِيْقَة امرهم حَتىٰ (قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ)بالحجة وَالْقَدرَة (لَنَتَّخِذَنَّ) على رَغَمَ المشركين (عَلَيْهِمْ مَسْجِداً)نصلى فيه و نتبرک بهم (اس آیت کا مع تفسیر ترجمہ یہ ہے) (اصحاب کہف کے بارے میں مسلمان اور کفار جھگڑنے لگے تو مسلمان کہتے تھے کہ اصحاب مسلمان ہیں، ہم ان پر مسجد بنائیں گے کفار نے کہا کہ اصحاب کہف اولاد کفار ہیں ان کا مسلمان ہونا ثابت نہیں ہے، اس لئے وہ آپس میں کہنے لگے کہ صومعہ یا کنیسہ بناؤ خدا نے مسلمانوں کو کفار پر غالب بنا کر اس نزع کو قطع کر دیا کیوں کہ اصحاب کہف کا رب ان کو زیادہ جانتا ہے پس وہ ان پر حجت وقدرت کے ساتھ ان کو غالب کر دیا جو اصحاب کہف کی حقیقتِ حال پر خدا کے مطلع ہونے کا یقین رکھتے تھے تو حجت وقدرت کے ساتھ جو اپنے کام میں غالب تھے یعنی مسلمانوں نے کہا کہ مشرکین کے خلاف میں ہم اصحاب کہف کے قرب وجوار میں مسجد بنا کر اس میں نماز پڑھیں گے اور اصحاب کہف سے برکت اور تبرک حاصل کریں گے۔

نہ صرف تفسیر مہائمی بلکہ تفسیر مدارک، روح البیان، تفسیر کبیر اور علامہ شہاب خفاجی کے حاشیہ تفسیر بیضاوی الغرض ان سارے مفسرین کرام نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ انبیاء یا اولیاء کے قرب وجوار میں مسجد بنا کر بلا قصد تعظیم و بلا توجہ بجانب قبر اس اہل قبر سے محض حصول امداد کی نیت سے نماز ادا کی جائے تا کہ ثواب عبادت و برکت قرب وجوار صلحاء وحصول امداد کامل ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (مرقات، اشعۃ اللمعات اور فصل الخطاب۔)12

انبیاء اور صلحاء کے عین قبور کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت پر دوسری حدیث

14/1075- جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے خوب سن لو کہ جو لوگ تمہارے پہلے کی امت کے تھے وہ اپنے انبیاء اور اپنے نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا کرتے تھے۔خوب یاد رہے کہ قبروں کو سجدہ گاہ مت بنایا کرو میں تم کو اس سے منع کررہا ہوں۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

انبیاء اور صلحاء کے عین قبور کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت پر تیسری حدیث

15/1076- عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنا کہ اس کی پوجا کی جائے،اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہے کہ جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا ہے۔(اس کی روایت امام مالک نے مرسلاً کی ہے۔)

مسجد کی فضیلت اور بازار کی مذمت

16/1077- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام جگہوں میں سب سے محبوب ترین جگہ اللہ تعالیٰ کے پاس مساجد ہیں اور سب جگہوں میں سب سے مبغوض ترین جگہ اللہ تعالیٰ کے پاس بازار ہیں۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

مسجد کی فضیلت اور بازار کی مذمت پر دوسری حدیث

17/1078- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ ایک یہودی عالم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ سب جگہوں میں سب سے بہتر کونسی جگہ ہے؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا اور فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام آنے تک میں خاموش رہوں گا،حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے یہاں تک کہ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا تو جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اس بارے میں جس سے سوال کیا جارہا ہے

وہ سوال کرنے والے سے زیادہ باخبر نہیں ہے لیکن میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے پوچھوں گا، پھر جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالیٰ سے اس قدر قریب ہوا تھا کہ ایسی قربت مجھے کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے جبرئیل (علیہ السلام) یہ قربت کیسی تھی؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ستر ہزار نور کے پردے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمام جگہوں میں بدترین جگہ بازار ہیں اور تمام جگہوں میں بہترین جگہ مساجد ہیں۔ (اس کی روایت ابن حبان نے اپنی صحیح میں کی ہے اور امام احمد، ابویعلی، حاکم، طبرانی اور بزار نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔)

مساجد کی اور مساجد میں ذکر کرنے کی فضیلت

18/1079- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں میں سے گذرو تو میوے کھاؤ، عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے باغات کیا ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجدیں ہیں، سوال کیا گیا کہ میوے کھانا کیا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ'' پڑھنا (یہی میوہ کھانا ہے۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ مسجد میں ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ'' پڑھنا چاہئے، واضح ہو کہ ان کلمات کے پڑھنے کی جو ترغیب وارد ہے اس سے یہ مقصود نہیں کہ صرف انہی کلمات کا پڑھنا مختص ہے بلکہ ان کلمات کا ذکر تمثیلاً ہے اور مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے۔ (مرقات) 12

مسجد بنانے کی فضیلت

19/1080- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو(شہرت) کی نیت نہ کرکے محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے مسجد بنائے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بناتے ہیں۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

مسجد کے آداب

20/1081-ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے،آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ محلّوں میں مسجدیں بنائی جائیں اور مسجدوں کو پاک وصاف رکھا جائے اوران کوخوشبودار رکھا جائے۔(اس کی روایت ابوداؤد،ترمذی اورابن ماجہ نے کی ہے۔)

ہر مقام پر مسجد بنانے کا حکم

21/1082-طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی قوم کے نمائندوں کے طور پر حاضر ہوئے،ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر کے مسلمان ہوئے ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی،ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا کہ ہماری سرزمین میں ہمارا ایک گرجا ہےاور ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور کے استعمال شدہ پانی کوطلب کیا،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب فرمایا: آپ نے وضوفرمایا اور کلی کی،پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی کو ہمارے ایک برتن میں ڈال دیا اور ہم کو حکم دیا کہ جاؤ اور جب تم اپنی سرزمین میں پہنچ جاؤ تو اپنے گرجا کوتوڑ دواوراس کی جگہ اس پانی کو چھڑک دو،اور وہاں مسجد بنالو ہم نے عرض کیا کہ ہماراوطن دور ہے اوراس وقت سخت گرمی ہے اور یہ پانی تو خشک ہو جائے گا،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوسرا پانی اس میں ملاکراس کو بڑھالو،اس میں پانی ملا ناپاکی اور برکت ہی کو بڑھائے گا۔(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

مسجدوں کو بلند بنانے اوران کو آراستہ رکھنے کا ثبوت

22/1083-ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسجدوں کو بلند کرنے اوران کوآراستہ کرنے اوراس میں نقش ونگار کرنے کاحکم نہیں دیا گیا ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہمانے (انسانوں کے حالات کے پیش نظریہ پیشن گوئی فرمائی) کہ تم یقیناً مسجدوں کواس طرح آراستہ کروگے کہ جس طرح یہودونصاریٰ نے ان کوسونے کےنقوش سے آراستہ کررکھا تھا۔(اس کی روایت ابوداؤدنے کی ہے۔)

ف:اس حدیث میں ارشادہے ''ماأُمِرْتُ بِتَشْيِيْدِ الْمَسَاجِدِ''(اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھے مسجدوں کو بلندکرنے،ان کوآراستہ کرنے،اوران میں نقش ونگارکرنے کاحکم نہیں دیا گیاہے،)اس حدیث کے پیش نظرابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے کہاہے کہ مسجدوں کی تعمیر کے وقت ان کی بلندی،آراستگی اورنقش ونگارمیں اعتدال کالحاظ رکھنااورغلو سے پرہیز کرنا مسنون ہے کیوں کہ ان چیزوں میں غلوکرنے سے فتنہ اورفخرومباہات میں مبتلا ہوجانے کااندیشہ ہے۔

واضح ہوکہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے مسجدوں کی بلندی آراستگی اورسونے کےنقش ونگارمیں غلو سے ممانعت ظاہرہورہی ہے نہ کہ نفس فعل سے،اِس لئے مسجدوں کی بلندی،آراستگی اورسونے کےنقش ونگارسے زینت فی نفسہٖ مباح ہے جس کی تفصیل ذیل میں آرہی ہے۔

حضرت ابوبکررضی اللہ عنہ نے اپنے دورخلافت میں مسجدنبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی قسم کی زیادتی نہیں فرمائی،البتہ حضرت عمررضی اللہ عنہ نے باوجودکثرت مال کےطول وعرض میں کسی قدراضافہ فرمایالیکن مسجدکی تجدید ان ہی اشیاء سے فرمائی جن اشیاء سے مسجدنبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدمبارک میں تیارکی گئی تھی،یعنی مسجدکی دیواریں پختہ اینٹ سے ستون کھجورکےتنوں سےاورچھت کھجورکی شاخوں سےاور بلندی وہی تھی جوحضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائی تھی۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے مسجدنبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کافی اضافہ فرمایااور دیواروں کواینٹ کےبجائےمنقوش پتھروں اورگچ سےاورستونوں کوبھی کھجورکےتنوں کی بجائےمنقش پتھرسے،اور چھت کوکھجورکی شاخوں کی بجائےساگوانی لکڑی سےتعمیرفرمایا۔

الغرض ان دونوں حضرات رضی اللہ عنہمانے مسجدنبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندی،زینت اورنقش ونگارکالحاظ محض اس وجہ سے نہیں کیاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوان چیزوں کاحکم نہیں دیاگیاتھااوران دونوں حضرات رضی اللہ عنہماکوبعدکےآنےوالےمسلمانوں کیلئے اس دنیامیں اعتدال،زہداورکفایت شعاری کی تعلیم دینی مقصودتھی۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولید بن عبدالملک بن مروان پہلا شخص ہے جس نے مسجدوں کو سونے کے نقش ونگار سے آراستہ کیا اور یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا آخری زمانہ تھا اور اس زمانہ کے علماء نے فتنہ کے اندیشہ سے ولید کے مسجدوں کو نقش ونگار میں غلو کرنے پر تنبیہ نہیں فرمائی۔

ابن نمیر رحمہٗ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے جب اپنے گھروں کی تعمیر میں بلندی، آراستگی اور سونے کے نقش و نگار سے زینت کا رواج شروع کیا تو مسجدوں کی تعمیر میں بھی ان چیزوں کا لحاظ مباح قرار دیا گیا تاکہ عوام کی نظروں میں مسجدیں حقیر نہ معلوم ہونے لگیں۔

امام الائمہ حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے کہ مساجد کی تعظیم کے پیش نظر مسجدوں کی تعمیر میں ان کی بلندی، پختگی، آراستگی اور سونے کے نقش ونگار سے زینت دی جاسکتی ہے بشرطیکہ بیت المال اور اموال وقف پر یہ صرفہ عائد نہ کیا جائے۔

علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الکافی شرح الوافی میں فرماتے ہیں ''**وزینة مسجد شئ عظِیم و فی ذالکَ ترغیب الناس فی الجماعة وتعظیمِ بیت الله**'' (مسجد کی زینت بڑے عظمت کی چیز ہے کہ اس سے نہ صرف لوگوں میں جماعت کی ترغیب ہوتی ہے کہ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعظیم کا سبب ہے۔

مسجد کی زینت کے جواز میں حضرات امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید کئی وجوہ سے ہوتی ہے، اولاً خود اس حدیث کے الفاظ ''ماامرت'' سے مسجد کی زینت کی تائید ہوتی ہے اگر مسجدوں کی بلندی، پختگی، آراستگی وغیرہ کی صریحاً ممانعت مقصود ہوتی تو حدیث میں ''ماامرت'' (مجھے حکم نہیں دیا گیا) کی بجائے ''نُهِیتُ'' (مجھے منع کیا گیا ہے) ارشاد ہوتا کیوں کہ عدم حکم سے عدم جواز ثابت نہیں ہوتا اور اس طرح خود حدیث سے بھی مسجد کی بلندی اور زینت کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

ثانیاً مسجد کی پختگی، آراستگی، نقش ونگار پر سب سے قوی دلیل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فعل ہے جس کی تفصیل ابھی اوپر گذر چکی ہے، کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''**عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ** '' الخ (تم میری اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو لازم کرلو جو ہدایت یافتہ ہیں الخ)

ثالثاً یہ کہ مسجد کی بلندی پختگی، آراستگی اور نقش ونگار پر عمل قرونِ اولیٰ سے جاری ہے جو دراصل پوری امت کا تعامل ہے جس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: ''**مَا رَآهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَناً فَهُوَ عِنْدَاللّٰہِ حَسَنٌ**'' (جو عمل مسلمانوں کو محبوب ہے وہ اللہ تعالیٰ کو بھی محبوب ہے) تو اس حدیث ''**مَا رَآهُ الْمُسْلِمُوْنَ**'' الخ کے پیش نظر

اجماع امت سے مسجدوں کی بلندی، پختگی، آراستگی اور نقش ونگار کا جواز حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ نمود ونمائش سے دو رہ کر خالص رضاء الٰہی کے حصول کی غرض سے یہ کام کئے جائیں۔12 (یہ مضمون کچھ اضافہ کے ساتھ عمدۃ القاری سے لیا گیا ہے۔)

مساجد کی زیب وزینت تعظیم کی نیت سے جائز ہے

23/1084- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ لوگ (مسجدوں کو نقش ونگار سے آراستہ کریں گے اور مسجدوں میں ذکر اور تلاوت قرآن کی بجائے) مسجدوں کو جو آراستہ کیا ہے اس پر باہم فخر کریں گے، (اس کی روایت ابوداؤد، نسائی، دارمی اور ابن ماجہ نے کی ہے) (قوسین کی عبارت عمدۃ القاری سے ماخوذ ہے۔12)

ف: علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الکافی شرح الوافی میں اس حدیث کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''مسجدوں کی بلندی'' آراستگی اور سونے کے نقش ونگار سے زینت، ان کاموں کو اگر تعظیم مساجد کیلئے انجام دیا جائے تو محض ان چیزوں کے قیامت کی نشانی ہونے کی وجہ سے ان کی قباحت ثابت نہیں کی جاسکتی، کیونکہ کسی چیز کے قیامت کی نشانی ہونے کی وجہ سے اس کو برا نہیں قرار دیا جاسکتا اگر ان چیزوں کو علامات قیامت ہونے کی وجہ سے برا سمجھا جائے تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو بھی برا سمجھا جائے گا کہ حضرت کے نزول کو بھی علامات قیامت میں بتایا گیا ہے۔12

عورتوں کیلئے زیارت قبور کے جائز ہونے کا ثبوت عین قبروں کو سجدہ گاہ بنانے یا عین قبروں پر چراغ روشن کرنے کی ممانعت

24/1085- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر اور قبروں کے اوپر چراغ لگانے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔ (اس کی روایت ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے کی ہے۔)

25/1086- اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو (خواہ مرد ہو یا عورتیں) زیارت قبور سے منع کیا تھا، اب میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ قبروں کی زیارت کیا کرو، (کیوں کہ قبروں کی زیارت سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔)

ف: اِس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کو مستحق لعنت قرار دیا ہے (1) قبروں کی زیارت کرنے والی عورتیں (2) قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والے (3) قبروں کے اوپر چراغ لگانے والے۔

(1) واضح ہو کہ اس حدیث میں عورتوں کیلئے زیارت قبور سے جو ممانعت ثابت ہورہی ہے وہ مسلم کی اس حدیث سے منسوخ ہے: کُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا لِاَنَّهَا تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ'' میں نے تم کو (خواہ مرد ہوں یا عورتیں) قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب میں تم کو (مرد ہوں کہ عورتیں) اجازت دیتا ہوں کہ قبروں کی زیارت کیا کرو۔ اس لئے کہ قبروں کی زیارت سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ عورتوں کیلئے زیارت کے جواز میں حدیث: ''لَعَنَ اللّٰهُ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ'' کی روایت کے بعد فرماتے ہیں ''قد رأى بعض اهل العلم ان هٰذا كان قبل ان يرخص النبى صلى الله عليه وسلم فى زيارت القبور فلما رخص دخل فى رخصته الرجال والنساء'' (امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم کی تحقیق یہ ہے کہ قبور کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت اس زمانہ کا واقعہ ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے مرد وعورت ہر دو کو منع فرمادیا تھا، اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور کی اجازت دےدی تو یہ اجازت مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی حاصل ہوگئی ہے) کیوں کہ شریعت کا یہ عام قاعدہ ہے کہ اوامر ونواہی بالعموم مردوں کو دیئے جاتے ہیں اور چونکہ عورتیں مردوں کے تابع ہوتی ہیں اس حیثیت سے سارے احکام عورتوں سے بھی متعلق ہوجاتے ہیں۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں لکھتے ہیں ''واحتج من اباح زيارة القبور للنساء بحديث عائشة رضى الله عنها رواه فى التمهيد من روايتة بسطام بن مسلم عَنْ اَبِى التَّيَّاحِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا اَقْبَلَتْ ذَاتَ يَوْمٍ مِنَ الْمَقَابِرِ فَقُلْتُ لَهَا: يَا اُمَّ الْمُوْمِنِيْنَ !مِنْ اَيْنَ اَقْبَلْتِ؟ قَالَتْ: مِنْ قَبْرِ اَخِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بِنِ اَبِىْ بَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَقُلْتُ لَهَا :اَلَيْسَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ ؛كَانَ يَنْهَى عَنْ زِيَارَتِهَا ثُمَّ اَمَرَ بِزِيَارَتِهَا'' (جن حضرات نے عورتوں کیلئے زیارت قبور کے

جواز کو ثابت کیا ہے وہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو تمہید میں مروی ہے۔ بسطام بن مسلم رضی اللہ عنہ ابوالتیاح رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے عبداللہ بن ابی ملیکۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن قبرستان سے تشریف لا رہی تھیں، ابن ابی ملیکۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے ام المومنین رضی اللہ عنہا آپ کہاں سے تشریف لا رہی ہیں؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتیں ہیں کہ میں اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت کر کے آ رہی ہوں، میں نے عرض کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیارت قبور سے منع نہیں فرماتے تھے؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا جواب دیں، ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابتداء اسلام میں) قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا پھر بعد میں آپ نے (مرداور عورتوں) دونوں کو اجازت دے دی۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ ابتداء اسلام میں زیارت قبور کی ممانعت کے اسباب بتاتے ہوئے فرماتے ہیں

''**النهی عن زيارة القبور انما كان فی اول الاسلام عند قربهم بعبادة الاوثان واتخاذ القبور مساجد ،فلما استحكم الاسلام و قوی فی قلوب الناس واُمنت عبادة القبور والصلوٰة اليها نسخ النهی عن زيارتها لانها تذكر الآخرة وتزهد فی الدنيا**'' (علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں زیارت قبور سے ممانعت محض اس لئے تھی کہ عربوں کو بتوں کی پوجا اور قبروں کی پرستش کو (ترک کئے ہوئے) بہت تھوڑا زمانہ گذرا تھا لیکن جب دین کا استحکام ہو گیا اور لوگوں کے دلوں میں اسلام کی عظمت قوی ہوگئی اور قبروں کی پرستش اور قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا اندیشہ دور ہو گیا تو قبروں کی زیارت سے ممانعت منسوخ کر دی گئی اس لئے کہ زیارت قبور آخرت کی یاد اور دنیا سے بے رغبتی کا سبب ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ لمعات میں فرماتے ہیں کہ زیارت قبور مستحب ہے کیوں کہ اس سے قلب میں رقت پیدا ہوتی ہے، موت کی یاد تازہ ہوتی ہے اور فناء دنیا کا خاکہ سامنے آ جاتا ہے، میت کیلئے دعاء اور استغفار کا موقع حاصل ہوتا ہے جمیع مشائخ صوفیہ کرام اور بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اہل کشف اور کاملین کے نزدیک یہ ایک محقق بات ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بے شمار حضرات کو ارواح مقدسہ سے فیض حاصل ہوا ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ''**باب الامر بالاستغفار للمومنين**'' میں ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک طویل حدیث کے آخر میں روایت کرتے ہیں کہ ''**فَاَمَرَنِیْ اَنْ اٰتِی الْبَقِيْعَ فَاَسْتَغْفِرلَهُمْ، قُلْتُ كَيْفَ اَقُوْلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: قُوْلِیْ :اَلسَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ**

فَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ وَالْمُسْتَاخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ‘‘(ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں بقیع (یعنی مدینہ منورہ کے قبرستان کو) جاؤں اور اہل بقیع کیلئے دعاء کروں میں دریافت کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کس طرح دعاء کروں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) تم یہ کہو سلام ہو تم پر اے مسلمانوں کے قبور والوں اور نزول رحمت ہو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پیش رؤں پر اور ہمارے پسماندوں پر اور بلا شبہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو اہل بقیع کی زیارت کا حکم دیا تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں دعاء اور استغفار کیلئے قبروں کی زیارت کرسکتی ہیں۔

درمختار اور ردالمختار ہر دو کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ حدیث ’’كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ‘‘ کے پیش نظر عورتوں کیلئے قبروں کی زیارت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اھ بلکہ عورتوں کیلئے مستحب ہے کہ وہ قبروں کی زیارت کریں اس کو بحر میں مجتبیٰ کے حوالہ سے لکھنے کے بعد واضح کیا ہے کہ یہ حدیث ’’كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ‘‘ الخ کے حکم صریح کی بناء پر ہے۔ علاوہ ازیں امداد میں بھی یہی مذکور ہے، علامہ شامی، ردالمختار میں مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ بعض اوقات اولیاء کرام کی قبروں کے پاس بعض غیر مشروع امور ہوا کرتے ہیں، مثلاً مرداور عورتوں کا ہجوم کی وجہ سے خلط ملط ہو جانا وغیرہ تو ایسے نامشروع امور کی وجہ سے زیارت قبور ترک نہیں کرنا چاہئے کیوں کہ زیارت قبور جیسے نیک کام کو بعض غیر مشروع امور کی وجہ سے چھوڑ دینا نامناسب ہے بلکہ انسان کو چاہئے کہ قبروں کی زیارت کرے اور بدعات پر تنبیہ کرے اور اگر قدرت ہو تو ان غیر مشروع امور کو زائل کردے۔

(2) دوسرے اس حدیث میں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحق لعنت قرار دیا ہے، ’’وہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والے ہیں‘‘۔

واضح ہو کہ اس حدیث میں جو وعید مذکور ہے وہ اس صورت میں صادق آئے گی جب کہ یہود و نصاریٰ کی طرح قبر کو بت بنا کر سجدہ کیا جائے یا قبروں کو حصول رضائے الٰہی کا ذریعہ سمجھ کر نماز میں قبروں کی طرف رخ کیا جائے، اس کے برخلاف کسی ولی کے مزار کے قریب مسجد بنائی جائے اور اس میں بغرض تبرک نماز پڑھی جائے تو یہ عمل اس وعید میں داخل نہ ہوگا۔ چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ’’لما كانت اليهود والنصارىٰ يسجدون لِقُبُور الانبياء تعظيماً لشأنهم

ویجعلونها قبلة یتوجهون فی الصلوٰة نحوها واتخذوها اوثانا لعنهم النبی صلی الله علیه وسلم و منع المسلمین عن مثل ذالک فاما من اتخذ مسجداً فی جوار صالح وقصدا لتبرک بالقرب منه لا للتعظیم له ولا للتوجه الیه فلایدخل فی الوعید المذکور‘‘(علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جب یہود ونصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کے خیال سے انبیاء کرام کی قبروں کو سجدہ کرنے لگے اور قبروں کو قبلہ بنا کر نماز میں قبروں کی طرف رخ کرنے لگے اور قبروں کو بت بنا کر پوجنا شروع کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو بھی ان افعال سے منع فرمایا لیکن جو اصحاب کسی ولی صالح کے قرب وجوار میں مسجد بنائیں اور ان صاحب قبر سے تقرب کا قصد کریں، بشرطیکہ نفس قبر کی تعظیم مقصود نہ ہو اور قبر کی طرف نماز میں رخ نہ کیا جائے تو ایسے حضرات اس وعید میں داخل نہیں ہوں گے۔)

مرقات اور مجمع البحار میں علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا شرح کے بعد مزید یہ اضافہ ہے’’**الا تریٰ ان مرقد اسماعیل علیه السلام فی المسجد الحرام عند الحطیم ثم ان ذالک المسجد افضل مکان یتحری المصلی لصلاتهٖ**‘‘(کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مزار اقدس مسجد حرام میں حطیم کے اندر واقع ہے اور اس جگہ کو مسجد حرام کے ان سارے مقامات میں فضیلت حاصل ہے جہاں نمازی کو نماز پڑھنا چاہئے۔)

اولیاء اللہ کے مزارات کے قرب وجوار میں مسجدیں بنانے کے جواز پر تفصیلی بحث 11 گیارہ حدیث پہلے (انبیاء اور علماء کے قبور کے قرب وجوار میں مسجد بنانے کے ثبوت کی حدیث نمبر (13) کے فائدے میں گذر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ کی جائے۔12

(3) تیسرے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحق لعنت قرار دیا ہے وہ قبروں کے اوپر چراغ جلانے والے ہیں۔

واضح ہو کہ حدیث میں قبروں کے اوپر چراغ جلانے والوں کی وعید میں جو الفاظ مذکور ہیں وہ یہ ہیں ’’**المتخذین علیها السُرُج**‘‘، جن کے حقیقی معنے یہ ہیں قبروں کے اوپر چراغ جلانے والے مستحق لعنت ہیں، نہ یہ کہ قبروں کے پاس چراغ جلانے والے حرف ’’**علی**‘‘ کو جس کے معنی (اوپر) کے ہیں ’’**عند**‘‘ یعنی (نزدیک) کے معنوں میں استعمال کرنا مجاز سے اور کسی لفظ کے معنی مجازی اسی وقت مراد لئے جا سکتے ہیں جبکہ اس لفظ کے حقیقی معنی نہ بن سکتے ہوں، چونکہ یہاں حقیقی معنے بن سکتے ہیں اس لئے **المتخذین علیها السُرُج** کی وعید میں یہودو

نصاریٰ اور مشرکین داخل ہوں گے جو قبروں کے اوپر چراغ جلایا کرتے ہیں اور چونکہ مسلمانوں کو ان گمراہوں کی مشابہت اور اس عمل سے باز رکھنا مقصود تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں مسلمانوں کو یہ تاکید ہے کہ ان اعمال سے باز رہیں اور ان کی مشابہت نہ کریں۔

''**المتخذین علیها السُرُج**'' کے جو معنے اختیار کئے گئے ہیں ان کی تائید علامہ سید عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف انیف حدیقہ ندیہ، شرح طریقہ محمدیہ سے ہوتی ہے کیوں کہ علامہ موصوف اس حدیث کے اس ٹکڑے کی شرح میں فرماتے ہیں ''**والسرج**'' **ای الذین یوقدون السرج علی القبور، عبثا من غیر فائدة**''، یعنی قبروں پر چراغ جلانے کی وعید ان لوگوں پر صادق آئے گی۔ (جو قبروں کے اوپر بلاضرورت بے فائدہ چراغ روشن کرتے ہوں۔)

جب یہ بات ثابت ہوچکی کہ حدیث شریف کے الفاظ ''**المتخذین علیها السرج**'' کے حقیقی معنٰی بن سکتے ہیں تو وعید میں صرف وہی لوگ داخل ہوں گے جو قبروں کے اوپر چراغ روشن کرتے ہوں اور وہ حضرات جو قبروں کے پاس چراغ روشن کرتے ہوں اس وعید میں داخل نہیں ہوں گے۔

واضح ہو کہ قبروں کے پاس چراغ لگانے کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں، (1) ایک ضرورتاً اور (2) دوسرے بلاضرورت۔ قبروں کے پاس بلاضرورت چراغ روشن کرنا اسراف ہے اور اسراف بے شک ممنوع ہے، نیز چراغ کے روشن کرنے سے قبر کی تعظیم یا قبر کی زینت مقصود ہے تو ان صورتوں میں بھی قبروں کے پاس چراغ روشن کرنا ممنوع ہوگا کیوں کہ یہ نیتیں شرعاً محمود نہیں، البتہ صاحب قبر اور اولیاء کرام کی تعظیم مقصود ہو تو اس نیت سے قبروں کے پاس چراغ روشن کرنا اسراف نہ ہوگا بلکہ یہ شرعاً محبوب اور مطلوب ہے۔

ان قبروں کے پاس ضرورتاً چراغ روشن کرنے کے جواز میں آیت ''**ولقد زینا السماء الدنیا**'' کی تفسیر کرتے ہوئے تفسیر روح البیان اس طرح ناطق ہے ''**وکذا یقاد القنادیل والشمع عند قبور الاولیاء والصلحاء من باب التعظیم والاجلال ایضاً للاولیاء فالمقصد منها مقصد حسن و نذرا لزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورهم تعظیماً لهم و محبة فیهم جائز ایضاً لاینبغی النهی عنه**''، تفسیر روح البیان میں ہے کہ (اولیاء اور صلحاء کے مزارات کے پاس قنادیل اور فانوس روشن کئے جاسکتے ہیں، کیونکہ یہ ان کی تعظیم اور بزرگی کا سبب ہے، اس لئے یہ عمدہ مقصد ہے، اسی طرح روغن زیتون اور موم بتی مزارات کے قریب جلانا اس سے بھی اولیاء اللہ کی تعظیم اور محبت ظاہر ہوتی ہے اس لئے ان چیزوں سے منع کرنا مناسب

نہیں۔)

علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ فعل مباح پر بھی حسن نیت سے ثواب ملتا ہے۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں مذکور ہے ''ان المباح قد یرتفع بالنیة الی درجة مایثاب علیه'' کسی امر مباح کو اچھی نیت سے انجام دیا جائے تو اس پر بھی ثواب ملتا ہے) اس طرح ثابت ہوا کہ اولیاء کرام کی تعظیم وتکریم کی غرض سے ان کی قبروں کے پاس چراغوں کو روشن کرنا حصول ثواب کا ذریعہ ہے۔

علامہ نابلسی رحمۃ اللہ علیہ حدیقہ ندیہ میں ارشاد فرماتے ہیں: ''**اخراج الشموع الی القبور بدعة واتلاف المال کذا وفی البزازیة، هذا کله اذا خلا عن فائدة وأ ماذا کان موضع القبور مسجدا علی الطریق او کان هناک احد جالسا او کان قبر ولی من الاولیاء او عالم من المحققین تعظیماً لروحه المشرقة علی تراب جسده کا شراق الشمس علی الارض اعلاما للناس انه ولی لیتبرکوا به ویدعوا اللّٰه عنده فیستجاب لهم فهو امر جائز لامنع فیه وانما الاعمال بالنیات**''12

بزازیہ میں مذکور ہے کہ قبروں کی طرف موم بتیوں کا لے جانا بدعت ہے اور مال کا ضائع کرنا ہے جبکہ چراغوں کا روشن کرنا کسی فائدے سے خالی ہو اور اگر وہاں قبرستان میں مسجد ہو یا قبرستان سرراہ واقع ہو اور قبر کے پاس کوئی شخص بیٹھا ہوا، یا کسی ولی یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا مزار ہے تو ان صورتوں میں چراغوں کا روشن کرنا جائز ہوگا۔ کیونکہ یہ ان کی روح مبارک کی تعظیم کا سبب ہے جو اپنے بدن کی خاک پر اس طرح تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر اور وہاں چراغ کے روشن کرنے سے لوگ واقف ہوسکیں گے کہ یہ کسی ولی کا مزار ہے جن سے وہ برکت حاصل کریں گے اور وہاں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں گے کہ ان کی دعا قبول ہوجائے تو یہ ایسا امر جائز ہے جس میں کوئی ممانعت نہیں ہے اس لئے کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

مجمع البحار میں ''**والمتخذین علیها السرج**'' کی شرح کرتے ہوئے یہ لکھا ہے جس کا ذکر نسائی کے حاشیہ پر بھی ہے ''**وان کان ثم مسجدا وغیره ینتفع فیه للتلاوة والذکر فلاباس بالسراج فیه**'' (اگر قبر کے پاس مسجد ہو اور کوئی ایسی جگہ ہو جہاں قرآن کی تلاوت اور ذکر کیا جاتا ہے تو اس جگہ چراغ جلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح سفر السعادۃ میں ارشاد فرمایا ہے ''**اندا ختن**

غلاف بر قبر شریف و افروختن چراغ ها وغیرها تکلفات که بر مزار هائے اولیاء الله جمله از مستحسنات اند''(قبر شریف پر غلاف ڈالنا اور اولیاء اللہ کے مزارات کے پاس چراغوں کا روشن کرنا اور ایسے ہی تکلفات کا استعمال مستحسن ہے ۔)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے''لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِی عَلَی الضَّلَالَۃِ''(میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی)ایک اور حدیث صحیح مسلم میں ہے''مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سَنَّۃً فَعَمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ کُتِبَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا یُنْقَصُ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ (جو کوئی اسلام میں کسی اچھے طریقے کو جاری کرے کہ اس کے بعد اس طریقہ پر عمل ہورہا ہو تو اس شخص کو بعد کے عمل کرنے والوں کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے ثواب میں بھی کسی قسم کی کمی نہیں ہوگی)ان دونوں حدیثوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ علماء صلحاء کا فعل دلیل ہے اور ہر بدعت گمراہی نہیں۔خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح باجماعت کو قائم فرما کر ارشاد فرمایا''نعمت البدعة هٰذه''(تراویح باجماعت کیا اچھی بدعت ہے)اس لئے ہر بدعت کو گمراہی سمجھنا نادانی کی بات ہے۔

امام اجل علامہ سید ابوالحسن علی نور الدین بن عبداللہ المدنی قدس سرہٗ اپنی کتاب،خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفی''میں فرماتے ہیں روضۂ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی کا سامان سونے اور چاندی اور اس کے مثل اور قیمتی چیزوں کی قندیلیں جو روضہ مطہرہ کے گرد آویزاں کی جاتی ہیں مجھے معلوم نہیں کہ اس کی ابتداء کب سے ہے ہاں امام حافظ الحدیث محمد بن محمد نجار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب''الدرة الثمينة فی اخبار المدينة''میں فرمایا ہے کہ سقف مسجد کریم کے اتنے حصہ میں جو دیوار قبلہ سے حجرۂ مقدسہ تک ہے چالیس سے زیادہ قندیلیں آویزاں ہیں ایک سونے کی اور دو بلور کی اور چھوٹی بڑی نقروی قندیلیں منقش اور سادہ ہیں جن کو سلاطین اور امراء اپنی حکومت کی طرف سے حاضر کیا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ روشنی خاص روضہ انور علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کیلئے ہوتی تھی اور صدہا سال سے اس کا رواج تھا یہاں یہ بات بھی واضح ہوجائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجرۂ مقدسہ میں حضرت صدیق اکبر،اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی آرام فرما ہیں اور روضہ کے گرد صدہا سال سے روشنی کی جاتی ہے،جس سے تلاوت قرآن اور ذکر وغیرہ میں فائدہ حاصل کیا جاتا ہے اور صحابہ کرام کے زمانہ سے آج تک یہاں چراغوں کے روشن کرنے پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

امام اجل تقی المِلّۃ والدین علی بن عبدالکافی رحمۂ اللہ نے اس باب میں ایک کتاب تالیف فرمائی ہے جس کا

نام تنزل السکنۃ علی قنادیل المدینۃ ہے اور اس میں ثابت کیا ہے کہ مزار مبارک کے آس پاس روشنی کرنی جائز ہے اور اس پر رحمت الٰہی کا سکینہ اترتا ہے۔

بعض حضرات قبور کے پاس چراغ روشن کرنے کو اس لئے ناجائز قرار دیتے ہیں کہ قبروں کے پاس آگ کا لے جانا آثار جہنم سے ہے حالانکہ اگر رات کے وقت تدفین عمل میں آرہی ہے تو قبر کے پاس چراغ لے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں ضرورتاً قبر کے پاس چراغ لے جانے کے جواز میں کئی روایتیں نقل فرمائی ہیں بطور نمونہ ایک حدیث یہاں نقل کی جاتی ہے ''رَوٰی اَبُوْدَاوٗدَ مِنْ حَدِیْثِ جَابِرِ بْنِ عَبْدَاللّٰہِ قَالَ رَأَی نَاسٌ نَارًا فِی الْمَقْبَرَۃِ فَأَتَوْھَا فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْقَبْرِ وَ اِذَا ھُوَ یَقُوْلُ نَاوِلُوْنِی صَاحِبَکُم فَاِذَا ھُوَ الرَّجُلُ الَّذِیْ کَانَ یَرْفَعُ صَوْتَہٗ بِالذِّکْرِ .وَرَوَاہُ الحَاکِمُ وَصِحَّحَہٗ وَقَالَ النَوَوِیَّ وَسَنَدُہٗ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ'' (ابوداؤد نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ چند لوگوں کو قبرستان میں آگ نظر آئی تو وہاں پہنچے انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے اندر ہیں اور ارشاد فرمارہے ہیں کہ اپنے دوست کو مجھے دیدو (کہ میں اس کو قبر میں اتاردوں) اور وہ وہی صحابی تھے جو بلند آواز سے ذکر کیا کرتے تھے (اس کی روایت حاکم نے کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے۔)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قبرستان میں ضرورتاً چراغ لے جاسکتے ہیں اس لئے وہ حضرات جو قبروں کے پاس مطلقاً چراغ لے جانے کو آثار جہنم بتا کر ناجائز قرار دیتے ہیں ان کا استدلال بیجا ہے۔ علاوہ ازیں اگر آگ کو آثار جہنم کی وجہ سے مردہ اور قبر کے پاس لے جانا حرام قرار دیا جاتا تو میت کو گرم پانی سے غسل کا حکم نہیں دیا جاتا کیوں کہ گرم پانی بھی آثار جہنم سے ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ''یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِھِمُ الْحَمِیْمُ'' (دوزخیوں کے سروں پر سے گرم پانی بہایا جائے گا۔)

حالانکہ مردہ کو گرم پانی سے غسل دینا شرعاً مطلوب ہے، چنانچہ درمختار میں مذکور ہے ''یُصَبُّ عَلَیْہِ مَاءُ مُغْلی بِسِدْرٍ اِنْ تَیَسَّرَ وَاِلَّا فَمَاءٌ خَالِصٌ'' (غسل میت کیلئے اگر بیری کے پتوں کا گرم شدہ پانی مل جائے تو بہتر ہے ورنہ خالص گرم پانی کافی ہے)

پس ثابت ہوا کہ گرم پانی کے آثار جہنم ہونے کے باوجود مردے کیلئے اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے

بلکہ یہ مامور بہ ہے اس طرح قبروں کے پاس چراغ جلانا بھی جائز ہوگا اورآ ثار جہنم کی توجیہ کر کے قبروں کے پاس چراغ جلانے کی ممانعت کو ثابت کرنا غیر صحیح ہوگا۔

الغرض ان سارے دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ قبروں کے پاس چراغوں کو روشن کرنا حسب ذیل اغراض کی بناء پر جائز ہے:

(1) وہاں مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہوگا اور مسجد میں بھی روشنی ہوگی۔

(2) مقابر سرراہ ہوں کہ روشنی کرنے سے راہرو کو بھی نفع پہنچے گا اور اموات کو بھی کہ مسلمان مقابر مسلمین کو دیکھ کر سلام کریں گے قرآن پڑھیں گے، دعاء کریں گے اور ثواب پہنچائیں گے، گذرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات کو نفع پہنچے گا اگر اموات کی قوت زائد ہے تو گذرنے والے فیض حاصل کریں گے۔

(3) مزارات اولیاء کرام کے پاس روشنی تو ان کی ارواح طیبہ کی تعظیم کا سبب ہے جو موجب خیر و برکت ہے۔12

مسجد کی خدمت کا ثواب اور قرآن کے بھولنے کا گناہ

26/1087- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (شب معراج میں) مجھ پر میری امت کے ثواب پیش کئے گئے۔ یہاں تک کہ مسجد سے کچرا نکالنے کا ثواب بھی پیش کیا گیا اور میری امت کے گناہ مجھ پر پیش کئے گئے اور میں نے اس آدمی کے گناہ سے بڑا گناہ نہیں دیکھا جس کو قرآن کا ایک سورہ یاد تھا یا ایک آیت یاد تھی اور وہ اس کو اس طرح بھول گیا (کہ دیکھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا ہے۔) (اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔)

مسجد کی خدمت اور اس کے آباد رکھنے کا ثواب

27/1088- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد کی خبر گیری کیا کرتا ہے (یعنی مرمت کرتا ہے، جھاڑو دیتا ہے، اس میں نماز پڑھتا ہے مسجد میں چراغ روشن کرتا ہے اور ذکر و عبادت اور علوم دین کے درس میں مشغول رہتا ہے) تو تم اس کے لئے مومن ہونے کی شہادت دے دو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ

کاارشادہے ’’اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ‘‘(حقیقت میں اللہ کی مسجدوں کووہی آبادرکھتے ہیں کہ جواللہ پراورآخرت پرایمان لائے ہیں۔(اس کی روایت ترمذی، ابن ماجہ اوردارمی نے کی ہے۔)

مسجد کی نماز باجماعت کا ثواب اور مسجد میں بیٹھنے کی فضیلت

28/1089-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ آدمی کی نماز باجماعت اس کے گھر کی اور بازار(یعنی دوکان) کی نماز پر پچیس نمازوں کی فضیلت رکھتی ہے،اس لئے کہ جب وہ وضوء کرتاہےاوراچھی طرح جملہ احکام کی پابندی کے ساتھ پوراوضوء کرتاہے،پھرمسجد کونماز ہی کی خاطر جاتاہےتواس کے ہرہرقدم پراس کاایک ایک درجہ بلند ہوتا جاتا ہےاورایک ایک گناہ معاف ہوتا جاتاہےاور جب وہ نماز پڑھتا ہےتوفرشتے اس کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اورفرشتے اس وقت تک دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی جاءنماز پررہتاہےاورفرشتوں کی دعاءان الفاظ سے ہوتی ہے:’’اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ‘‘،یعنی اے اللہ!اس شخص کی مغفرت فرما،اے اللہ اس شخص پررحمت نازل فرمااورتم میں جو شخص مسجد میں نماز کے انتظار میں رہتاہےتوگویاوہ نماز ہی میں ہے۔

29/1090-اوردوسری روایت میں ہے کہ جب وہ مسجد میں آجاتاہےاورنماز ہی اس کو روک رکھی ہے،(توگویاوہ نماز ہی میں ہے)اورملائکہ کی دعاءمیں یہ بھی اضافہ ہے’’اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیْہِ‘‘(اے اللہ اس شخص کوبخش دےاے اللہ اس شخص کی توبہ قبول فرما)یہ دعاءاس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک کہ مسجد میں کسی کواذیت نہ پہنچائے اور جب تک اس کا وضوءنہ ٹوٹ جائے۔(اس کی روایت بخاری اورمسلم نے بالاتفاق کی ہے۔)

ان تینوں شخصوں کا ذکر جن کو دنیا اور آخرت کے ضرر سے محفوظ رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے

30/1091- ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے (دنیا اور آخرت کے ضرر سے محفوظ رکھنے کا) ذمہ لیا ہے، (1) ایک وہ شخص جو جہاد فی سبیل اللہ کیلئے نکلا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ اگر اس کو موت آجائے تو اسے جنت میں داخل کردے یا اس کو اجر یا مال غنیمت دے کر گھر واپس کرے، (2) دوسرا وہ شخص ہے جو مسجد کو جائے تو یہ بھی اللہ کے ذمہ ہے کہ اس کے اجر وثواب کو ضائع نہ کرے۔ (3) تیسرا وہ شخص جو گھر میں داخل ہو کر (گھر والوں کو) سلام کرتا ہے تو یہ بھی اللہ کے ذمہ ہے کہ (اس کو فتنوں سے بچائے اور خیر و برکت عطا فرمائے۔) (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت اور اس عمل کا ذکر جو علیین میں لکھا جاتا ہے

31/1092- ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے باوضوء فرض نماز کیلئے مسجد کو جائے تو اس کا ثواب اس حاجی کے ثواب کی طرح ہے جو احرام باندھے ہوئے ہو اور جو شخص گھر سے چاشت کی نماز کیلئے نکلے اور اس کے سوا اس کی کوئی اور غرض نہیں ہے تو اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کے ثواب کی طرح ہوگا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز اس طرح ادا کرنا کہ دونوں کے درمیان دنیا کی باتیں اور بیہودہ کلام نہ ہو، (تو یہ ایسا اعلیٰ عمل ہے) جو علیین یعنی عالی مرتبہ لوگوں کے دفتر میں لکھا جاتا ہے۔ (اس کی روایت امام احمد اور ابوداؤد نے کی ہے۔)

مسجد میں نماز پڑھنے کی ایک اور فضیلت

32/1093- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کی نماز کیلئے مسجد کو جائے یا زوال کے بعد کی نمازوں کیلئے مسجد کو جائے تو وہ جیسے جیسے صبح شام مسجد کو جاتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں مہمانی کے سامان تیار فرماتے جاتے ہیں۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کیلئے دور سے آنے والے کی فضیلت

33/1094- ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ نماز کا اجر پانے والا شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ دور سے مسجد کو آتا ہے پھر اس سے بڑھ کر اجر پانے والا وہ شخص ہے جو اس سے زائد دور سے آتا ہے اور جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھنے کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو یہ شخص اس شخص سے زیادہ اجر پانے والا ہے جو (تنہا) نماز پڑھ کر سو جایا کرتا ہے۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کیلئے دور سے آنے والے کی فضیلت پر دوسری حدیث

34/1095- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اطراف کے گھر خالی ہو گئے تو بنوسلمہ کے قبیلہ کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں، اس کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کے متعلق مجھے خبر ملی ہے کہ تم لوگ مسجد کے قریب منتقل ہو کر آجانا چاہتے ہیں، بنوسلمہ والوں نے کہا کہ ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہم نے ایسا ہی ارادہ کرلیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے بنی سلمہ کے قبیلہ والو! تم اپنے اپنے گھروں میں رہو، تمہارے ہر ہر قدم پر ثواب لکھا جاتا ہے۔(مسجد کے نزدیک آکر اپنے ثواب کو کم نہ کرو)۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

قیامت کے دن عرش کے سایہ میں رہنے والے سات شخصوں کا ذکر

35/1096- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے (عرش کے) سایہ میں رکھے گا کہ جس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔(1) ایک حاکم عادل، (2) دوسرا جوان صالح جو اللہ کی عبادت کرتے ہوئے نشو ونما پایا ہو، (3) تیسرے وہ شخص جس کا دل (مسجد کی محبت کی وجہ سے) مسجد سے نکلتے وقت دوبارہ مسجد لوٹنے تک مسجد ہی میں لگا رہتا ہے، (4) چوتھے وہ شخص جو اللہ کے واسطے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور (کسی غرض کے بغیر) اللہ ہی کی محبت سے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور اللہ ہی کی محبت سے جدا ہوتے ہیں (5) پانچویں وہ شخص جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگے تو اس کے آنسو بہنے لگتے ہیں، (6) چھٹے وہ شخص کہ جس کو ایک شریف الخاندان اور خوبصورت عورت (زنا کے واسطے) اپنی جانب بلائے اور وہ خدا کا خوف کر کے (زنا سے باز رہے) اور (7) ساتویں وہ شخص کہ جس نے (نفل) خیرات کی اور اس کو اس طرح چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ اس کے سیدھے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ اس حدیث میں چھپا کر خیرات دینے کا جو ذکر ہے وہ نفل خیرات سے متعلق ہے اور فرض زکوٰۃ بھی چھپا کر دی جاسکتی ہے مگر افضل یہ ہے کہ زکوٰۃ علانیہ دی جائے (مدارک، خازن)

جماعت کیلئے اندھیرے میں مسجد کو آنے والے کی فضیلت

36/1097۔ بریدہؓ سے روایت انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (نماز با جماعت کے لئے) اندھیری رات میں مسجدوں کی طرف جانے والوں کو قیامت کے دن کامل نور کی خوشخبری سنادو۔(اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔)

37/1098- اوراس کی روایت ابن ماجہ نے سہل بن سعداور انس رضی اللہ عنہما سے کی ہے۔)

مسجد کوثواب کی نیت سے آنے والوں کی فضیلت

38/1099- بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جوشخص جس غرض کیلئے مسجد کو آئے اس کو وہی چیز ملے گی۔(اگر وہ آخرت کی غرض سے مسجد کو آیا ہے تو آخرت میں اس کوثواب ملے گا اور اگر دنیوی غرض سے مسجد کو آئے تو آخرت میں اس کیلئے کچھ ثواب نہ ہوگا)(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)